



اسلام کا قانون طلاق

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

مجلد ششم

۱۔ کے ۳۰ ناظم آباد سنہ ۱۳۸۵ھ ناظم آباد کراچی

اسلام کا قانون طلاق

قرآن اور حدیث کی روشنی میں

اسلامی شریعت کے حکیمانہ اور بیش قیمت اصول
طلاق اور عدت کے مسائل پر قرآن و حدیث کا خلاصہ
اسلامی قانون کا نچوڑ بالکل آسان اور نئے اسلوب میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

مجلس نشریات اسلام
۱۔ کے۔ ۳۔ ناظم آباد مینشن کراچی ۷۴۶۰۰
(نزد برف خانہ) ناظم آباد

فہرست مضامین

پاکستان میں جملہ حقوق طباعت و اشاعت
بحق فضل ربی ندوی محفوظ ہیں۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۹
۲	مقدمہ	۱۲
۳	بعض اصطلاحات کی تشریح	۲۳
۴	طلاق کے سلسلے میں چند ضروری باتیں	۲۴
۵	نکاح کا اصل مقصد	۲۴
۶	حسن معاشرت کا تقاضہ	۲۴
۷	طلاق سے پہلے اصلاح ضروری	۲۸
۸	طلاق دینے کا صحیح طریقہ	۲۹
۹	طلاق کب جائز اور کب ناجائز ہوگی ؟	۳۰
۱۰	طلاق مُغلظہ کی چند صورتیں	۳۰
۱۱	تین طلاق دینے والے کو سزا دی جائے	۳۲
۱۲	پہلا باب	
۱۳	طلاق کے بعض ضروری مسائل	۳۳
۱۴	فقہ اسلامی کی روشنی میں	
۱۵	طلاق کی تعریف	۳۳
۱۶	طلاق کے ارکان	۳۳
۱۷	طلاق کی شرائط	۳۴
۱۸	جائز اور ناجائز طلاق کا بیان	۳۵

نام کتاب	اسلام کا قانون طلاق
مصنف	مولانا محمد شہاب الدین ندوی
کتابت	محمد بشیر شنگوری
طباعت	شکیل پرنٹنگ پریس - کراچی
صفحہ امت	صفحات
ایڈیشن	۱۹۹۲ء
ٹیلیفون	۶۲۱۸۱۴

ناشر

فضلہ ریجنل دوس

مجلس نشریات اسلام ۱۔ ۳۰ ناظم آباد مینشن: ناظم آباد کراچی ۷۶۰۰،

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	طلاقِ آحسن (سب سے اچھی طلاق)	۳۶
۱۶	طلاقِ حسن (اچھی طلاق)	۳۷
۱۷	طلاقِ بدعی (غیر مسنون طلاق)	۳۸
۱۸	طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ	۴۱
۱۹	طلاقِ صریح (واضح طلاق)	۴۱
۲۰	طلاقِ کنایہ (غیر واضح طلاق)	۴۳
۲۱	خلع کا بیان	۴۶
۲۲	رجعت کا بیان	۴۷
۲۳	عِدَّت کا بیان	۵۰
<p>دوسرا باب</p> <p>طلاق اور عدت کے مسائل</p> <p>قرآن مجید کی روشنی میں</p>		
۲۴	قرآنی احکام میں اجمال اور اس کی حکمت	۵۵
۲۵	قرآن سے مجزئی مسائل کا استنباط	۵۶
۲۶	اسلام عورت کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے	۵۷
۲۷	۱۔ طلاق اور خلع کے احکام و مسائل	۵۸
۲۸	رجعت کا حق صرف دو تک ہے	۶۱
۲۹	اثباتِ رجعت میں حکمتِ الہی	۶۲
۳۰	طلاق ایک ایک کر کے دی جائے	۶۳
۳۱	تین طلاق کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے	۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۱	بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہے	۶۵
۳۲	بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں	۶۶
۳۳	جہالت کی بنا پر دی ہوئی طلاقیں بھی پڑ جاتی ہیں	۶۷
۳۴	تین کو ایک قرار دینا اصلاً شیعوں کا مسلک ہے	۶۸
۳۵	نکاح ثانی میں مُجبتِ ضروری ہے	۶۸
۳۶	حلالے کے لئے کرائے کا شوہر کرنا حرام ہے	۷۰
۳۷	طلاق کے بعد عورت کو دیا ہوا مال واپس لینا جائز نہیں	۷۱
۳۸	ظلم و زیادتی کی وجہ سے عورت خلع طلب کر سکتی ہے	۷۲
۳۹	مُطلقة عورتوں کو تکلیف نہ دی جائے	۷۳
۴۰	اللہ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ	۷۴
۴۱	حدودِ الہی سے تجاوز اللہ کی نافرمانی ہوگی	۷۷
۴۲	عورتوں کو اپنی پسند کے مطابق نکاح کرنے کا حق ہے	۷۷
۴۳	مہر اور طلاق کا ایک ضابطہ	۷۹
۴۴	بلا وجہ طلاق دینا سخت ناپسندیدہ ہے	۷۹
۴۵	مُطلقة عورتوں کی چار قسمیں	۸۱
۴۶	مُطلقة کو تحفہ طلاق کب ملے گا ؟	۸۱
۴۷	عورت کو نصف مہر کب ملے گا ؟	۸۲
۴۸	عورت کو پورا مہر کب ملے گا ؟	۸۲
۴۹	مطلقة عورتوں کو کچھ تحفہ دینا چاہئے	۸۳
۵۰	زبردستی عورتوں کا مالک بن جانا جائز نہیں	۸۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱	عورتوں کا مال زبردستی ہتھیانا جائز نہیں	۸۵
۵۲	مہر اور تحفے واپس لینا ناجائز ہے	۸۵
۵۳	کسی عورت میں کوئی غامی ہو تو کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں	۸۶
۵۴	عورتوں کے ساتھ خُسنِ سلوک کی تاکید	۸۶
۵۵	عورت کو دی ہوئی چیزیں واپس لینا ناجائز کیوں؟	۸۷
	۲۔ عَدَّت کے احکام و مسائل	۸۸
۵۶	طلاق والی عورت پر عَدَّت کب نہیں ہے؟	۸۹
۵۷	طلاق والی عورت پر عَدَّت کب واجب ہے؟	۸۹
۵۸	مطلقہ عورتوں کو اپنا حمل چھپانا جائز نہیں ہے	۹۰
۵۹	مرد کے لئے رُجوع کا حق کب تک باقی رہتا ہے؟	۹۰
۶۰	رَجْعَت کا صحیح طریقہ کار کیا ہے؟	۹۱
۶۱	کیا رَجْعَت کے لئے گواہ بنانا ضروری ہے؟	۹۱
۶۲	عورتوں کے حقوق بھی مردوں ہی کی طرح ہیں	۹۲
۶۳	غیر مدخولہ عورت پر عَدَّت نہیں ہے	۹۳
۶۴	مطلقہ غیر مدخولہ کو کچھ تحفہ دینا چاہئے	۹۴
۶۵	طلاق کا سُنت طریقہ کیا ہے؟	۹۶
۶۶	طلاق کے چند اہم ضوابط	۹۸
۶۷	عَدَّت شوہر کے گھر میں گزارنا واجب ہے	۹۹
۶۸	طلاقِ رجعی میں ندامت نہیں ہوتی	۱۰۰
۶۹	عَدَّت میں ہیر پھیر کرنا جائز نہیں ہے	۱۰۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۰	رَجْعَت میں گواہ بنانا واجب کیوں نہیں ہے؟	۱۰۱
۷۱	طلاق غصہ اُتارنے کی چیز نہیں ہے	۱۰۱
۷۲	تین طلاق کا ثبوت قرآن سے	۱۰۲
۷۳	مختلف عورتوں کی عَدَّت مختلف ہے	۱۰۳
۷۴	کم سن لڑکی کا نکاح جائز ہے	۱۰۳
۷۵	مطلقہ عورتوں کو عَدَّت کے دوران جائے رہائش	۱۰۳
۷۶	مطلقہ عورتوں کو نفقہ عَدَّت دیا جائے	۱۰۴
۷۷	دُودھ پلانٹ کی اجرت کب ضروری ہوگی؟	۱۰۴
۷۸	بچے کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا	۱۰۵
۷۹	مسلمان احکام الہی سے رُوگردانی نہ کریں	۱۰۵
	تیسرا باب	
	طلاق اور عَدَّت کے چند اہم مسائل	
	حدیث کی روشنی میں	
۸۰	حدیثِ رسول کی شرعی حیثیت و اہمیت	۱۰۷
۸۱	طلاق سُنت کیا ہے؟	۱۰۹
۸۲	کیا حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی؟	۱۱۰
۸۳	تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں	۱۱۳
۸۴	دو برس رسالت میں تین طلاق کا ثبوت	۱۱۴
۸۵	تین طلاق کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے	۱۱۶
۸۶	حلالہ کے لئے خلوتِ صحیحہ کافی نہیں ہے	۱۱۷

پیش لفظ

از مولانا سید صادق حسن عقیل قاسمی

مہتمم جامعہ علوم القرآن بنگلور

طلاق چونکہ حقیقتاً تمدن و معاشرت کے فساد کا باعث ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اور اس فعل سے صرف شیطان اور اُس کے کارندوں ہی کو خوشی ہو سکتی ہے، جو میاں بیوی میں پھوٹ ڈال کر خاندانوں کو توڑنا اور ان میں باہمی عداوت و دشمنی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جس معاشرے میں طلاق کی کثرت ہو جائے وہ کبھی پنپ نہیں سکتا۔ جس طرح کہ آج مغربی ممالک کا حال ہے۔ جہاں بات بات پر طلاق دینا ایک عام بات ہے۔ اور وہاں پر طلاقوں کی کثرت نے ایک دبا کی شکل اختیار کر لی ہے، جس کی وجہ سے وہاں کا خاندانی نظام بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ مگر اس کے باوجود ایک صالح اور متوازن معاشرہ کے لئے کبھی کبھی طلاق کی واقعی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ کیونکہ جب میاں بیوی میں کسی بھی طرح نباہ نہ ہو سکے اور دونوں میں اختلاف بڑھتا ہی چلا جائے تو پھر اصلاح معاشرہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں کو سیدھے طریقے سے جدا کر دیا جائے ورنہ ان دونوں کو زبردستی باندھ کر رکھنے کا نتیجہ بھی خراب نکل سکتا ہے۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہوتی ہے جو بے جا دباؤ کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ غرض جس طرح طلاق کی کثرت کی وجہ سے معاشرتی توازن بگڑ جاتا ہے اسی طرح اس قانون کو بالکل تسلیم نہ کرنے کی صورت میں بھی معاشرے میں فطریں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لہذا اس پیچیدہ مسئلہ کا صحیح حل یہ ہے کہ افراط و تفریط کا شکار نہ ہوئے بغیر اس قانون اور ضابطہ کو صحیح اور موزوں طریقے سے استعمال کیا جائے۔

اسلام میں طلاق اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اور اس کی اجازت صرف شدید مجبوری ہی کی حالت میں ہے۔ اور وہ بھی اُس وقت جب کہ میاں بیوی کے درمیان اصلاح کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہوں اور ان دونوں میں کسی بھی طرح بھاؤ نہ ہو سکتا ہو۔ مگر اس وقت

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۷	مشروط طور پر حلالہ کرنا حرام ہے	۱۱۸
۸۸	غیر مدخولہ عورت کی تین طلاق کا حکم	۱۲۰
۸۹	تین طلاق کے وقوع پر قرآن سے استدلال	۱۲۳
۹۰	بیک لفظ تین طلاق کا مزید ثبوت	۱۲۶
۹۱	تین طلاق کے بعد مراجعت نہیں ہو سکتی	۱۲۷
۹۲	کن لوگوں کی طلاق نہیں پڑتی ؟	۱۲۹
۹۳	مغلوب العقل کی طلاق نہیں پڑتی	۱۳۰
۹۴	دل میں طلاق دے لینے سے طلاق نہیں پڑتی	۱۳۰
۹۵	مذاق کی طلاق پڑ جاتی ہے	۱۳۱
۹۶	بلا سبب طلاق طلب کرنا مذموم ہے	۱۳۲
۹۷	بیوہ چار ماہ دس دن سوگ منائے گی	۱۳۳
۹۸	مطلقہ بائسنہ کا نفقہ اور جائے رہائش	۱۳۴
۹۹	بیوہ حاملہ کی عدت وضع حل ہے	۱۳۷
۱۰۰	بیوہ بھی اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی	۱۳۸
۱۰۱	فہرست مراجعہ	۱۴۲

بھی حکم یہ ہے کہ سنت طریقے کے مطابق عورت کو صرف ایک طلاق دی جائے۔ کیونکہ اگر کسی نے جلد بازی میں یا بغیر کسی غور و فکر کے طلاق لے دی ہے تو اسے بعد میں رجوع کرنے کا موقع مل سکے۔ اس کے برعکس بیک وقت تین طلاق لے دینا خلاف سنت طریقہ ہے جو سخت گناہ کا باعث ہے۔ کیونکہ اس کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا یہ قانون ایک عقلی اور سائنٹفک قانون ہے جو حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔ مگر یہ ہماری قدیم سی ہے کہ ہم ایک حکیمانہ قانون سے محض اپنی غفلت و جہالت کی بنا پر اعراض کرتے ہوئے آج ایک ایسا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں جس میں نہ صرف ہماری معاشرتی زندگی کی تباہی اور جگہ ہنسائی ہے بلکہ وہ شرعی اعتبار سے بھی گناہ کا باعث ہے۔ لہذا ضرورت تھی کہ عوام اور متوسط تعلیم یافتہ طبقے کو عام فہم انداز میں بتایا جاتا کہ اسلام میں قانون طلاق کی حقیقت و حیثیت کیا ہے؟ اور ضرورت پڑنے پر طلاق لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اس ضرورت کو ہندوستان کے نامور عالم مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے پورا کرتے ہوئے بالکل آسان انداز میں قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی سے ایک جامع انتخاب برٹے و لنشیں انداز میں پیش کیا ہے، جس میں طلاق اور عدت کے تمام اہم ترین مسائل آگئے ہیں۔ ابتدائی مباحث میں طلاق کی ضرورت و افادیت پر بحث کرتے ہوئے اسلام کے قانون طلاق سے متعلق اہم اور مفید ترین معلومات پیش کی ہیں۔ اور خاص کر قرآن اور حدیث سے تین طلاق کے ثبوت کے بارے میں محققانہ مگر عام فہم انداز میں جو بحث کتاب کے مختلف ابواب میں — کی ہے وہ خاصہ کی چیز ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ بحث قرآن اور حدیث کے حقائق و معارف سے لبریز نئے نئے جہانوں کی سیر کراتی ہے جو سرسبز و سرسبز کی طرح ذخیرہ اسلام میں محفوظ تھے۔ اتنی جامع اور مدلل بحث (اور وہ بھی عام فہم انداز میں) یقیناً خداداد صلاحیت کا نمونہ معلوم ہوتی ہے۔

آج کل ایک مجلس کی تین طلاقیں پر پابندی عائد کرنے کی غرض سے ہمارے ملک میں جو تحریک تجدد پسندوں کی جانب سے چلائی جا رہی ہے اور اسلامی قانون میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے یہ جو کہا جا رہا ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا اصل اسلامی قانون کے خلاف ہے اور ایسی

طلاقیں نافذ نہیں ہوتیں، اس کا بھی بھرپور جواب مثبت انداز میں اس کتاب میں مل جاتا ہے اور صحیح اسلامی قانون پوری طرح منصف اور مدلل ہو کر دو اور دو چار کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ بیک لفظی ہوئی تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کے قائل ہیں ان کے رد میں بھی نئے نئے اور حیرت انگیز دلائل پیش کر کے مصنف نے سب کا منہ بند کر دیا ہے۔

غرض یہ کتاب عصر جدید کے مزاج اور تقاضوں کے لحاظ سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، جو معلومات کا ایک خزانہ ہے، اور اس میں اسلامی قانون کا پورا آگیا ہے۔ مولانا ندوی نہایت سلیجی ہوئی فکر اور ردائ قلم کے مالک ہیں اور بڑے دلنشین انداز میں بحث کرتے ہیں۔ موصوف کا اصل موضوع کلامیات اسلام ہے۔ مگر اب انہوں نے فقہ و شریعت کو بھی کلام بنا دیا ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ان کی متعدد تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ خوبی بہت کم مصنفین میں پائی جاتی ہے۔ مصنف کے کلام میں بڑی جامعیت پائی جاتی ہے۔ وہ مختلف مباحث اور نکات کو بڑے سلیقے کے ساتھ ایسے انوکھے انداز میں پیش کرتے ہیں جو جدت و ندرت کے حامل ہوتے ہیں اور ان میں ”تجدیدی“ رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اور یہی چیز مولانا ندوی کی تمام تحریروں کی امتیازی خصوصیت ہے۔

بہر حال یہ کتاب ہر اعتبار سے مفید، کامیاب اور ذخیرہ اسلامیات میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ شروع میں اسلامی قانون طلاق کے بارے میں مذکور اصطلاحات کی تشریح کر کے کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے، جس کی دہر سے یہ کتاب علی ہونے کے ساتھ ساتھ عوامی بھی نظر آتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کا ترجمہ انگریزی اور علاقائی زبانوں میں کیا جائے۔ تاکہ اس وقت اسلامی طلاق کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا تدارک ہو سکے۔ اور یہ کتاب ہر مسلمان کو ضرور پڑھنی چاہئے۔

صادق حسن قاسمی

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین۔ والصلاة والسلام علی رسولہ الکریم۔ وعلی آلہ و
أصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تنہائی اور اُس کی وحشت کو دور کرنے کے لئے
عورت کو پیدا کیا ہے جو اُس کی رفیقِ حیات بن کر زندگی کے نشیب و فراز میں ہر قدم پر اُس کا ساتھ لے
سکے اور اُس کی تنہائی و غمخوار بن کر زندگی کی کاڑھی کھینچ سکے۔ اگر دنیا میں عورت نہ ہوتی اور صرف مرد ہی
مرد ہوتے تو یہ دنیا نہ تو چل سکتی اور نہ مرد کی وحشت دور ہو سکتی۔ اسی طرح اگر دنیا میں صرف عورتیں ہی
عورتیں ہوتیں تب بھی یہی صورت حال پیش آتی۔ لہذا اس کا رازِ حیات کے تسلسل کے لئے مرد اور
عورت دونوں کا وجود نہایت ضروری ہے۔

مگر تمدنی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ ایک عورت گھر کی ملکہ ہوتے ہوئے بھی مرد
کو ہمیشہ تمدنی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے نیا جذبہ اور نیا دلولہ عطا کرتی رہتی ہے اور مرد کے جذبہ
تقدم و ترقی کو کسی بھی طرح سرد ہونے نہیں دیتی۔ اس لحاظ سے ساری تمدنی سرگرمیوں کا مرکز و محور
عورت ہے۔ اور اُس کے دم سے تہذیب و تمدن کا ارتقا ہو رہا ہے۔ اگر عورت نہ ہو تو پھر مرد کی زندگی
سُونی سُونی ہو کر رہ جائے اور اُس کے تمام جذبات اور دلولے ٹھنڈے پڑ جائیں۔ اس لحاظ سے نظام
تمدن میں عورت کا مقام نہایت درجہ اہم ہے۔

مگر موجودہ دور میں حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے عورت کو اُس کا صحیح مقام و مرتبہ دینے کے
بجائے ایک طرف اُسے ”آزادی“ کے نام پر گھر سے بے گھر کر کے ”آوارہ گردی“ کرنے پر مجبور کیا جا رہا
ہے اور اُس کی مظلومیت کا رونا روتے ہوئے اُس کے ”حقوق“ کے نام پر اُس کے حقوق چھینے جا رہے
ہیں۔ اور دوسری طرف جہیز اور جوڑے گھوڑے کے نام پر اُس کا استحصال کرتے ہوئے اُسے دل کھول کر

ٹوٹا اور ستا یا جا رہا ہے۔ گویا کہ وہ مرد کی خواہشاتِ نفسانی پورا کرنے کے لئے ایک کھلونا ہی نہیں بلکہ
مُسمرالی مال پر ہاتھ صاف کرنے کا بھی ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مقصدِ زندگی اتنا پست
ہو جائے تو پھر عورت کی صحیح پوزیشنِ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایک انسان اور ایک
جانور میں کوئی فرق ہی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ ایسے خود غرض انسانوں سے جانور ہی زیادہ بہتر معلوم ہوتے
ہیں۔ جن میں سے اکثر انواع میں زواہد کی باہمی انس و محبت مثالی ہوتی ہے اور جو ایک دوسرے کے لئے
اپنی جان تک بچھاؤ کر دینے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ مگر آج انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود محض
اپنی خود غرضی کے لئے اپنی شریکِ حیات اور وفا شعار بیوی پر ظلم و ستم کرنے اور اس بچاری کی جان تک
لینے میں بھی پس و پیش نہیں کرتا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جوڑے اس لئے بنائے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ہمدردی
و غمخواری، انس و محبت اور مہر و وفا کا برتاؤ کرتے ہوئے عفت و عصمت اور مسرت و شادمانی کے ساتھ
اپنی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر جو حقوق و فرائض عائد کئے ہیں انہیں بحسن و خوبی
ادا کرتے ہوئے ایک کامیاب اور مثالی زندگی بسر کریں، تاکہ آخرت میں بھی اُن کی نجات ہو سکے۔

مگر افسوس کہ موجودہ دور میں زندگی کی قدیں بدل گئی ہیں اور عورت کو صرف تجارت اور
کام جوئی کا ایک ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ بلکہ آج ہندستان جیسے ملکوں میں عورت کی کوئی وقعت و اہمیت
ہی نہیں رہ گئی ہے۔ اُس کے حقوق بے دردی کے ساتھ پامال کئے جا رہے ہیں۔ بلکہ اُسے پیروں تلے روندتے
ہوئے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کبھی جہیز کے نام پر اُس کا گلا گھونٹ دیا جاتا تو کبھی سستی
کے نام پر اُسے برسرِ عام نہایت درجہ وحشیانہ طریقے سے آگ میں جھونک کر زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ اور تمام
مرد و عورت اس مظلوم و بے سہارا عورت (بیوہ) کے جلنے کا تماشا نہایت درجہ بے رحمی اور سفاکی
کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اس سماجی ظلم اور نا انصافی کے پیچھے صرف مرد کی خود غرضی اور حصولِ مال کا جذبہ
کا رفا دکھائی دیتا ہے۔ گویا کہ ایک انسانی جان کے مقابلے میں چند سکوں کی زیادہ قدر و قیمت ہے۔
اس طرح اب اس سماجی ظلم و ستم کے اثرات اکثریتی فرقے سے نکل کر آہستہ آہستہ دوسرے فرقوں میں

بھی سرایت کر رہے ہیں۔ اور جہیز کی یہ دو باب مسلمانوں میں بھی بتدریج پھیلتی دکھائی دے رہی ہے۔ مگر چونکہ اکثریتی مذہب کے برعکس اسلام میں طلاق کی آزادی حاصل ہے اس لئے اب مسلمانوں میں جب ایسے واقعات ہوتے ہیں تو بجائے اپنی شریک حیات کا گلا گھونٹ کر یا زندہ جلا کر مارنے کے اُسے زیادہ تر طلاق لئے دی جاتی ہے۔ اس طرح آج کل (مُجببہ طور پر) طلاق کی جو کثرت نظر آتی ہے اُس کا ایک بڑا سبب جہیز کا رواج ہے۔ اگر یہ غلط اور غیر شرعی رواج ختم ہو جائے تو پھر یقین ہے کہ طلاق کے واقعات بھی بہت بڑی حد تک کم ہو جائیں گے۔

مگر اس سے انکار نہیں ہے کہ اس کے علاوہ طلاق کے دیگر اسباب بھی ہو سکتے ہیں لیکن آج کل جن الغین اسلام محض پر دیکھنے کی غرض سے انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ یا ان کے اسباب بیان کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مغربی ممالک میں طلاق پر بہت سی قانونی پابندیاں ہونے کے باوجود آج یورپ و امریکہ میں طلاق کی ہولناک حد تک کثرت نظر آتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام میں طلاق کی آسانیاں ہونے کے باوجود طلاق کے واقعات بہت کم ہیں جو حیرت انگیز ہیں۔ اور یہ بات یقیناً موجودہ گئے گزرنے کے دور میں بھی اسلامی قدروں VALUES اور اسلام میں خاندانی نظام کی مضبوطی پر دلالت کرتی ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو طلاق کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کا کوئی واقعہ ہونے ہی نہ پائے۔ کیونکہ ہندو مذہب کے رسم و رواج کے علاوہ مغربی تہذیب نے بھی دُنیا کی تمام قوموں اور تمام تہذیبوں کو متاثر کیا ہے۔ اور مغربی تہذیب کا بنیادی خمیر خود غرضی اور مفاد پرستی ہے۔ نہ صرف مختلف قوموں کے درمیان بلکہ ایک ہی قوم کے مختلف قبیلوں اور خاندانوں کے درمیان بھی۔ یہاں تک کہ ایک ہی خاندان کے مختلف افراد بلکہ خود میاں بیوی کے درمیان بھی خود غرضی اور مفاد پرستی پوری طرح بچی بسی نظر آتی ہے۔ چنانچہ آج اس حیثیت سے مغربی ممالک میں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے اور میاں بیوی کے درمیان رشتہ عیسائیت کے عقیدہ کے مطابق ایک ”مقدس بندھن“ کے بجائے محض ایک تجارتی قسم کا تعلق بن کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ میں آج کل مرد اور عورت محض ایک

دوسرے کو ٹوٹنے اور ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے شادیاں کرتے ہیں۔ مگر وہ نکاح کے بندھن میں بندھے ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے وفادار نہیں ہوتے اور نہ ایک دوسرے پر قناعت کرنے والے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ”خوب سے خوب تر“ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور جیسے ہی انہیں کوئی دوسرا ”اچھا سا“ نظر آتا ہے فوراً میاں بیوی سے اور بیوی میاں سے الگ ہو کر (طلاق حاصل کر کے) دوسرے سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بیکر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ اسی بنا پر مغربی ممالک میں طلاق کی دبا عام ہو گئی ہے اور خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند اقتباسات اور مستند اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

ایک امریکی مصنف ڈاکٹر DYER اپنی کتاب ”کورٹ شپ“ میرج اینڈ فیملی“ میں موجودہ امریکی معاشرے میں کثرت طلاق کے بارے میں تحریر کرتا ہے کہ اس کی شرح رفتار پر اکثر امریکیوں کو تشویش لاحق ہے:

The current high and climbing divorce rates in the United States are a cause of concern to many Americans. (Courtship, Marriage and Family, P.225, The Dorsey Press, 1983)

پھر وہ اس سلسلے میں مختلف اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ ۱۹۷۸ء میں امریکہ میں جملہ ۲۲ لاکھ ۴۳ ہزار شادیاں ہوئیں اور ۱۱ لاکھ ۲۲ ہزار طلاقیں واقع ہوئیں۔ یعنی ہر دو شادیوں کا نتیجہ ایک طلاق پر بنتی ہوا:

In 1978 there were 1,122,000 divorces and 2,243,000 marriages in the United States. (P.226)

نیز وہ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ آج کل امریکی معاشرے میں لوگ شادی بیاہ دوامی بندھن یا ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت نہیں اپنی مقصد پر کار کی خاطر عارضی طور پر کرتے ہیں۔ چنانچہ شادی شدہ مرد اور عورتیں نکاح کے بندھن میں بندھے ہونے کے

باد جو بہتر سے بہتر ساتھیوں کی تلاش میں رہتے ہیں :

.....People now define marriage as temporary rather than permanent, and that even when already married man or woman is still on the lookout for a better marriage partner. (P.237)

نیز وہ تحریر کرتا ہے کہ امریکہ میں ہر سال زوجین کے درمیان بے وفائی کے تقریباً ایک لاکھ واقعات ہوتے ہیں۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا فرار ہو جاتے ہیں۔ (اؤ یہ واقعات طلاقوں کے علاوہ ہوتے ہیں)۔

Estimates of the amount of desertion in the United States are not reliable since so many desertions are not ever recorded. Some estimates run to about 100,000 per year. (P.230)

وہ مزید تحریر کرتا ہے کہ مذہبی اور اخلاقی قدروں سے بھرپور معاشرے میں طلاق کی شرح بہت کم ہے :

..... While in the East and North there are larger proportions of religious and ethnic groups more strongly opposed to divorce. (P.234)

ایک دوسری کتاب ”سوشالوجی انکوائرینگ انٹو سوسائٹی“ کے تین امریکی مشہور مصنفین تحریر کرتے ہیں کہ طلاق کی شرح مغربی صنعتی معاشروں میں زیادہ ہے۔ لیکن امریکہ میں کثرت طلاق کی شرح دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے :

Rising divorce rates seem to occur in all western industrialized societies, but the United States now has the highest divorce rate in the world. (Sociology Inquiring into Society, P.219, New York, 1982)

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مشرقی اور خاص کر مسلم ممالک میں حالات اتنے زیادہ خراب نہیں ہوئے ہیں، اور نہ طلاق کا اتنا بے جا استعمال ہو رہا ہے۔ مگر مغربی ممالک کی خود غرضیاں اور ان کے تہذیبی اثرات یہاں بھی آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب انسان بجائے مقصد زندگی کو پیش نظر رکھنے کے خود غرضی اور عیاری پر اتر آئے تو وہ اپنی مقصد برآری کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقے کو اپنائے گا اور اپنے کام و دہن کی آسودگی کی خاطر کسی قسم کے جرم یا گناہ کے ارتکاب سے بھی باز نہیں آئے گا۔ جب انسان کا اخلاق و کردار گر پڑ جائے، اُس کا نقطہ نظر بدل جائے اور وہ بجائے آخرت کے دنیا ہی کو مقصود و محبوب بنالے تو پھر وہ دہی کرے گا جو اُس کے وقتی و فوری مفاد کے لئے وہ ضروری سمجھے گا۔ اس اعتبار سے بھی طلاق کی کثرت اور اُس کا ایک اہم سبب محض انسان کی خود غرضی ہے۔ لہذا قانون طلاق میں ”اصلاح“ کے بجائے خود لوگوں کے اخلاق اور ان کے کردار و کیر کڑ میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔

آج کل مسلمانوں میں معلوم نہیں کس طرح عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جب تک ”تین“ کا لفظ نہ بولا جائے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ تین طلاق کے الفاظ استعمال کرتے ہی صحیح اسلامی قانون کی رُو سے تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں اور بیوی طلاق دینے والے پر فوراً حرام ہو جاتی ہے۔ لہذا شرعی ضابطہ یہ ہے کہ مرد مجبوری کی حالت میں بیوی کو صرف ایک طلاق دے۔ اس صورت میں اُس بعد میں شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی۔ کیونکہ اگر وہ چاہے تو عدت کے اندر اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے کر مطلقہ عورت کو پھر سے بیوی بنا سکتا ہے۔ لیکن تین طلاق دے دینے کی صورت میں رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اسلامی قانون کی رُو سے عورت کو بلا وجہ یا محض اپنی خود غرضی کی خاطر طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ چیز نہ صرف ترقی تمدن میں مانع ہوتی ہے بلکہ فسادِ تمدن و معاشرت کا باعث بھی بنتی ہے۔ ہاں البتہ میاں بیوی کے اختلاف مزاج کے باعث یا کسی اور وجہ سے ان دونوں میں اتنا بگاڑ پیدا ہو جائے جو ناقابل اصلاح ہو تو اس وقت اسلام میں اس کی گنجائش ممکن ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں بھی ان دونوں کو باندھے رکھنا خرابی معاشرت کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہذا معاشرہ کو صحیح رخ پر

چلانے کے لئے ایک متوازن مذہب میں طلاق کا ضابطہ موجود رہنا نہایت ضروری ہے۔ طلاق اصل میں ایک معاشرتی ”آپریشن“ ہے جو مایاں بیوی کے درمیان اصلاح کے لئے آخری چارہ کار کے طور پر ہونا چاہئے۔ جس طرح کہ بعض اوقات مریض کے لئے جب کوئی بھی دوا کارگر نہ ہو تو اس وقت ڈاکٹر اس کے آپریشن کا مشورہ دے گا۔ ورنہ آپریشن نہ کرنے کی صورت میں مریض کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

طلاق کا بے جا اور بے تحاشہ استعمال یقیناً غلط ہے۔ اور اس معاملے میں لوگوں کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ نیز اسی طرح آج کل بیک وقت یا بیک لفظ تین طلاق دینے کا جو غلط رواج چل پڑا ہے، اسے بھی روکنا بہت ضروری ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح اسلامی قانون سے روشناس کیا جائے۔ اور اس سلسلے میں ضروری ہے کہ لوگ اسلام کے ضروری اور بنیادی احکام و مسائل سے بڑا درخت واقفیت حاصل کریں۔ کیونکہ اسلام کے بنیادی مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر دینی علم کے حصول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص اصطلاحی طور پر عالم یا مولوی بن جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کو زندگی کے ضروری ضوابط کا علم ضرور حاصل کرنا چاہئے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اُسے کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا چاہئے؟ کیونکہ اللہ نے انسان کو آزاد اور خود مختار بنا کر نہیں پیدا کیا ہے۔ لہذا زندگی گزارنے کے لئے اللہ کے حکموں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ غرض انہی ضروری احکام میں نکاح و طلاق کے مسائل بھی ہیں، جو ایک خاندان کی تائیس اور اس کے استحکام کے لئے نہایت درجہ ضروری ہیں۔ لہذا ان ضروری مسائل سے لاعلم ہونے کی صورت میں اکثر و بیشتر بھیاں گناہ متاعِ رونا ہوتے ہیں، جس کی بنا پر انسان شرعی اعتبار سے گنہگار ہوتا ہے۔

غرض اس باب میں تین طلاق کا مسئلہ سرفہرست نظر آتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس سے واقف رہنا بہت ضروری ہے کہ ”تین طلاق“ کا کیا مطلب ہے اور اس کے نتائج کیا نکلتے ہیں؟ جس طرح کہ یہ بات معلوم رہنا بھی بہت ضروری ہے کہ خود طلاق کی اجازت شریعت میں کیوں دی گئی ہے اور اس کا صحیح وقت اور صحیح طریقہ کار کیا ہے؟ طلاق کے سلسلے میں بھی چند اہم اور بنیادی مسائل ہیں۔

طلاق کی اجازت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص اسے جب اور جس طرح چاہے استعمال کر بیٹھے۔ بلکہ اس سلسلے میں چند قیدیں اور شرطیں رکھی گئی ہیں جن کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے، جن سے اسلامی شریعت کی حکمت و مصلحت ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ قیود و شرائط اسلام کا تکنیکی کارنامہ ہیں، جن کی بنا پر اسلامی شریعت دیگر تمام مذاہب سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اور یہ قوانین یقیناً اسلام کے ترقی یافتہ اور عقلی و سائنسدانہ مذہب ہونے کی علامت ہیں، جن میں نام نہاد رجعت پسندی یا تاریک خیالی کی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت واقعہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ عصر جدید کی تمدن قویں بھی بتدریج اسلام کے عائلی قوانین اور خاص کر اس کے قانون طلاق سے اخذ و استفادہ پر مجبور نظر آ رہی ہیں۔ جیسا کہ مختلف مغربہ ملکوں کے جدید قوانین سے ظاہر ہوتا ہے۔ خود ہندوستان میں بھی ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ اور ۱۹۷۶ء کے ترمیمی ایکٹ کا بھی یہی حال ہے جو اسلامی قانون سے متاثر نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی قانون افراد و تفریط سے پاک ایک ایسا جامع اور متوازن قانون ہے جس کے تصور سے دنیا کے تمام مذاہب خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیائے علم و عقل میں اگر کسی قانون کی برتری تسلیم کی جاسکتی ہے تو وہ صرف اسلامی قانون ہے۔ مغرب زدہ لوگ اگرچہ اپنی زبان سے اسلامی قانون کی لاکھ مذمت کریں مگر وہ ”پچھلے دروازے“ سے اسلامی قانون کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ترقی یافتہ ملکوں اور قوموں کا ایک چودہ سو سالہ ”پڑانے“ قانون کی طرف رجوع کرنا اس بات کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ اسلامی قانون نہ تو بوسیدہ ہے اور نہ رجعت پسندی کی علامت۔ بلکہ وہ بالکل عقلی، سائنٹفک، برتر اور حیرت انگیز قانون ہے جو موجودہ ترقی یافتہ دور کی رہنمائی بھی بالکل اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح کہ اس نے چودہ سو سال پہلے اپنا یہ فریضہ بدرجہ احسن انجام دیا تھا۔ اور اس لحاظ سے موجودہ دور کو بھی اسلامی قانون کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ اب سے چودہ سو سال پہلے تھی۔

جب یہ اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ اسلامی قانون نہ تو فرسودہ ہے اور نہ بوسیدہ، بلکہ وہ ایک سائنٹفک اور ترقی یافتہ قانون ہے، جو اس کے من جانب اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے اور وہ ہر دور میں ایک

صلاح اور مفید تمدنی قانون بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، تو اب اس کی اتباع میں کسی قسم کی حیلہ سازی اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرنا بہت بڑی قسمتی اور محرومی کی بات ہوگی۔

اسلامی شریعت ہر دور اور ہر ملک کے لئے صلاح اور مفید قانون ہے۔ لہذا اب ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے اس ابدی قانون پر پوری ایمانداری اور شریعت صدر کے ساتھ عمل کریں۔ مگر اس پر چلنے اور عمل کرنے کے لئے پہلے اس کا صحیح علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ آج عام مسلمان تو درکنار اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ بھی اسلام کے قانون طلاق سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں لوگوں کی معلومات نہایت درجہ ناقص ہیں۔ اور بعض شریعت پروردگار نے اس سلسلے میں بہت سی غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پیدا کر کے محالے کو اور بھی زیادہ مشتبه بنا دیا ہے۔ لہذا ضرورت تھی کہ اسلام کے قانون طلاق پر قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ایک مختصر لیکن مستند مجموعہ آسان انداز میں مرتب کر دیا جائے تاکہ اس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہو اور کم تعلیم یافتہ لوگ بھی اس سے بخوبی مستفید ہوں۔ اور انہیں معلوم ہو کہ اسلام جیسے ابدی دین نے جو ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر دیا ہے اس سلسلے میں کون سے قیمتی اصول ان کے لئے تجویز کئے ہیں؛ نیز یہ کہ طلاق کا قانون جمہوری اعتبار سے کیا ترقی تمدن کے لئے مفید ہے یا اس میں عارضہ؟ واقعہ یہ ہے کہ اگر مسلمان خود اپنے قانون اور اپنی شریعت پر پوری ایمانداری کے ساتھ عمل کریں تو یقین ہے کہ عملی اعتبار سے اس کے اتنے بہتر نتائج برآمد ہوں گے جو ساری دنیا کے لئے ایک مثالی نمونہ ہوں گے اور دنیا کی قومیں اسلامی قانون کی صلاحیت اور اس کی خوبیوں کا بھرپور نظارہ کر سکیں گی۔

اپنی تمام مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے یہ کتاب حتی المقدور آسان انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے تین ابواب ہیں: پہلے باب میں بطور تعارف طلاق کے ضروری مسائل کا بیان مستند کتب فقہ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں طلاق اور عدت کے بارے میں قرآن میں جو مجمل آیات مذکور ہیں ان کی تشریح و تفسیر مستند کتب تفاسیر کی روشنی میں کی گئی ہے اور اس سلسلے میں قرآن حکیم کے اسلوب اور اس کے طرز بیان کی بھی وضاحت کرتے ہوئے صحیح

اسلامی قانون کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر تیسرے باب میں مختلف کتب حدیث سے طلاق و عدت کے مسائل کا ایک جامع انتخاب مع تشریح و توضیح پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس کے علاوہ اختصار کے ساتھ بعض اختلافی مسائل اور اختلافی احادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف حدیثوں کے درمیان پیدا ہونے والے ظاہری اختلافات کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ آج کل ہندوستان میں بعض مخالف شریعت تحریکیں بعض اختلافی مسائل کو چھیڑ کر عوام کو صحیح اسلامی قانون سے برگشتہ کرنے کی جو جدوجہد کر رہی ہیں ان کا بھی بخوبی توڑ ہو سکے۔ اور اس اعتبار سے دوسرا اور تیسرا باب کافی اہم ہے جو ذرا علمی قسم کا ہے۔ مگر پھر بھی عوامی ذہن کو مد نظر رکھتے ہوئے اور دقیق علمی بحثوں سے پرہیز کرتے ہوئے چند موٹے موٹے اصول بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، تاکہ عوام انہیں بخوبی سمجھ لیں۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس بحث کے ملاحظہ کے بعد عوام صحیح اسلامی قانون سے برگشتہ کرنے والی کسی بھی تحریک کے بہکا دے میں نہیں آسکیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)۔

نیز اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ آج کل بعض جدید حلقوں میں (جو اسلامی شریعت کے خلاف ہیں) فقہ اسلامی کے بارے میں جس بے اعتباری کا اظہار کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے اصل احکام سے ہٹی ہوئی ہے، یعنی فقہاء نے گویا کہ جان بوجھ کر بعض مسائل میں قرآن اور حدیث کے خلاف اپنی مرضی سے استنباط کر لیا ہے، اس کا توڑ یہ ہے کہ اب ہمارے علمائے کرام فقہ اسلامی کو موافق قرآن و حدیث ثابت کرنے کے لئے فقہ اسلامی کو نئے سرے سے اس انداز میں مرتب کریں کہ وہ قرآن اور حدیث ہی کی خوشہ چین نظر آئے اور کہیں بھی کوئی تضاد دکھائی نہ دے۔ یہ بھی موجودہ جلیج کا ایک صحیح اور بروقت جواب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآنی جملات کی تشریح و توضیح حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔ اور قرآن و حدیث کے تفصیل (واضح بیانات) کی روشنی میں فقہاء نے جزئی احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔

بہر حال اس مجموعہ میں قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی تینوں کو یکساں طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر عوامی ضروریات کے لئے اس سلسلے کا پہلا باب ہی کافی ہوگا۔ جبکہ دوسرا اور تیسرا باب متوسط طبقے

بعض اصطلاحات کی تشریح

ذیل ہیں طلاق اور عدت سے متعلق اسلامی شریعت میں استعمال ہونے والی اہم اصطلاحات کا معنی و مفہوم واضح اور آسان انداز میں بیان کیا جاتا ہے جس کے باعث ہر مسلمان کو شریعت کے مسائل جاننے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ نیز ہر اصطلاح کے سامنے قوسین (براکٹ) میں اس کے لفظی معنی بھی لکھ دئے گئے ہیں، تاکہ ان اصطلاحات کو سمجھنے میں مزید آسانی اور سہولت رہے۔

طلاق: (بندش کھول دینا) میاں بیوی کے درمیان نکاح کا جو معاہدہ ہوا ہے اُسے (کسی مخصوص لفظ کے ذریعہ) ختم کر دینا۔ یعنی نکاح کی قید سے آزاد ہو جانا۔ گویا کہ اُس نے نکاح کی بندش کھول دی ہے۔

فُلع: (اُتار پھینکنا) عورت کے مطالبے پر کچھ مال کے عوض یا بغیر کسی عوض کے مرد کا عورت کو طلاق دینا۔ (فُلع اصلاً طلاق ہے، کیونکہ وہ عورت کے مطالبے پر دی جاتی ہے)۔

حیض: (ماہواری میں جاری ہونے والا خون) عورت کی ماہواری یعنی اُس کی ناپاکی کی حالت، جو اُسے ہر ماہ پیش آتی رہتی ہے۔ (حائضہ: حیض والی عورت)۔

طہر: (پاکی) عورت کی پاکی کی حالت۔ یعنی دو ماہواریوں کے درمیان کا عرصہ۔

طلاق صریح: (واضح طلاق) طلاق میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو صراحتاً طلاق کے معنی پر دلالت کرنے والے ہوں اور جن میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو۔ جیسے کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا: ”تجھے طلاق ہے“ یا ”میں نے تجھے طلاق دی“ اس قسم کے الفاظ میں نیت کے بغیر بھی طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔

طلاق کنایہ: (غیر واضح طلاق) ایسے الفاظ کے ذریعہ طلاق دینا جو صراحتاً طلاق کے معنی پر دلالت کرنے والے نہ ہوں، بلکہ وہ گول مول الفاظ ہوں۔ جیسے کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا:

کی ضروریات اور ان کی تشنگی کو دور کر سکتا ہے۔ غرض اس کتاب میں مختصر طور پر قرآن، حدیث اور فقہ سے طلاق و عدت کے اہم اور ضروری مسائل کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور شرعی اصطلاحات کا ایک فرہنگ بھی شامل کر کے اس کو عام فہم بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں اُن کے عنوانات قائم کئے گئے ہیں تاکہ وہ عوام کے ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جائیں۔ بعض موقعوں پر ضروری مسائل کے ساتھ ساتھ کچھ دلائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ مجموعہ اصلاً عوام کے لئے ہے اس لئے اس میں اکثر و بیشتر مسائل کا تکرار بھی ملے گا جو اسلوب بدل بدل کر پیش کیا گیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعے کو مقبول اور نافع بنائے۔

خادم ملت

محمد شہاب الدین ندوی

۱۴۰۸/۱۱/۹ھ

(۱) تَوْبَدَا ہو چکی ہے۔ (۲) تَوْرَام ہے۔ (۳) تیری رسی تیرے کاندھے پر ہے۔ (۴) تُو اپنے بیکے چلی جا۔ (۵) میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ (۶) تُو خود اپنی مختار ہے۔ (۷) میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے حوالے کر دیا۔ (۸) کوئی رشتہ پر ڈھونڈھ لے وغیرہ۔ تو ان سب صورتوں میں بغیر نیت یا قرینے کے طلاق نہیں پڑتی۔ قرینے سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان طلاق کی بات ہو رہی تھی تو اُس موقع پر مرد نے اس قسم کے الفاظ استعمال کئے یا یہ الفاظ غصے کی حالت میں کہے۔ اور ان الفاظ کے ذریعہ ایک طلاق بائن پڑتی ہے۔ اور اگر تین کی نیت کر لے تو تینوں پڑ جاتی ہیں۔

طلاق رجعی: (لوٹنے والی طلاق) وہ طلاق ہے جس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، بلکہ وہ عدت پوری ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اور اس دوران مرد جب چاہے طلاق سے رجوع کر کے (دی ہوئی طلاق کو واپس لے کر) عورت کو پھر سے بیوی بنا سکتا ہے اور جب چاہے اُس سے ہم بستری کر سکتا ہے۔ لیکن ہم بستری کرنے کا مطلب (حنفی مسلک کے مطابق) یہ ہوگا کہ اُس نے طلاق سے رجوع کر کے مُطلقہ کو پھر سے بیوی بنا لیا ہے۔

طلاق بائن: (جدا ہونے والی طلاق) وہ طلاق ہے جس میں نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے اور مرد کو رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، چاہے طلاق بائن ایک دی جائے یا دو یا تین۔ مگر ہاں تین کا عدد پورا ہونے سے پہلے مرد عدت کے اندر یا عدت کے بعد اُسی عورت سے اس کی رضامندی اور نئے مہر کے ساتھ دوبارہ (بغیر حلالے کے) نکاح کر سکتا ہے۔

نوٹ: طلاق رجعی کے برعکس طلاق بائن میں مرد کو عورت سے نئے نکاح کے بغیر ہم بستری کا حق باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ طلاق رجعی میں نکاح باقی رہتا ہے، جب کہ طلاق بائن میں نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔

طلاق مُعْتَظ: (سخت طلاق) اکھٹا طور پر یا متفرق طور پر تین طلاق دینا طلاق مُعْتَظ ہے، خواہ وہ ایک ہی مجلس (بیٹھک) میں ہوں یا ایک ہی گھر میں دی گئی ہوں۔ ایسی صورت میں نہ تو مرد کو رجوع کرنے (اپنی دی ہوئی طلاق واپس لینے) کا اختیار باقی رہتا ہے اور نہ وہ بغیر

حلالے کے دوبارہ اُس عورت سے نیا نکاح کر سکتا ہے۔ (طلاق مُعْتَظ کی چند دوسری صورتیں بھی ہیں جن کا ذکر اگلے صفحات میں کیا گیا ہے۔)

رجعت: (رجوع کرنا یا لوٹنا) عدت کی حالت میں مُطلقہ عورت کو نئے نکاح کے بغیر پھر سے بیوی بنالینا۔

عدت: (گننا یا گنتی کرنا) طلاق کے بعد یا شوہر کی وفات کے بعد ایک مقررہ مدت تک عورت کا وہ انتظار جو شوہر کی جانب سے بیکہ نکاح کے زائل ہو جانے پر شریعت کی جانب سے لازم آتا ہے۔ اور اس مدت کے درمیان عورت نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔

طلاق آحسن: (سب سے اچھی طلاق) مدخلہ عورت کو ایسے گھر میں ایک طلاق دینا جس میں اُس نے عورت سے ہم بستری نہیں کی ہے، یہاں تک کہ اُس کی عدت گزر جائے۔

طلاق احسن: (اچھی طلاق) مدخلہ (محبت شدہ) عورت کو تین گھروں میں تین طلاق (ہر گھر میں ایک ایک کر کے) ہم بستری کئے بغیر دینا۔ (کیونکہ جس گھر میں عورت سے ہم بستری کی جا چکی ہو اُس میں طلاق دینا حرام ہے)۔

طلاق بدعی: (خلاف سنت طلاق) حیض کی حالت میں طلاق دینا، یا ایسے گھر میں طلاق دینا جس میں مرد عورت سے ہم بستری کر چکا ہو، یا ایک ہی گھر میں تین طلاق دینا، خواہ وہ بیکلفظ ہو یا متفرق طور پر۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ ”تجھے تین طلاق ہے“ یا یوں کہے کہ ”تجھے طلاق ہے“، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے“ یا تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفے سے یا ایک ایک دن کے وقفے سے ایک ایک طلاق دے ڈالے۔ ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گناہگار ہوگا۔

حلالہ: یعنی عورت کا دوبارہ حلال ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنی منکومہ کو تین طلاق (خواہ وہ جس شکل میں بھی ہو) دے دے تو وہ دوسرا خاندان کے بغیر پہلے کے لئے

طلاق کے سلسلے میں

چند ضروری باتیں

نکاح کا اصل مقصد

اللہ نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔ (بقہ: ۱۸۷) یعنی دونوں ایک دوسرے کی زینت اور راز و نیاز کا باعث ہیں۔ اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے سکون قلب اور راحت کا ذریعہ ہیں۔ (روم: ۲۱) اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی قلبی تسکین و راحت اور باہمی ہمدردی و غم خواری کے لئے پیدا کیا ہے، نہ کہ مروج و متی نکالنے کی غرض سے۔ اور اس اعتبار سے مرد اور عورت کا تعلق نکاح کے ذریعہ عمر بھر کے لئے ہونا چاہئے۔ یعنی جب کوئی نکاح کا ارادہ کرے تو اُس کے سامنے اہم مقصد یہ ہو کہ وہ اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ وابستہ ہو کر عمر بھر اُس کا جیون ساتھی بنائے گا اور باہمی ہمدردی و غم خواری کے ذریعہ اُس کے ساتھ زندگی گزارے گا۔ تاکہ اس طرح حاکماری سے بچنے اور ایک پاکیزہ زندگی گزارنے میں بھی مدد مل سکے اور یہ جذبہ و رویہ میاں بیوی دونوں میں ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھا سکیں اور ایک دوسرے پر عائد ہونے والے حقوق و فرائض بخوبی ادا کر سکیں۔ اس طرح باہمی میل ملاپ کے باعث نسل انسانی کا تسلسل بھی قائم رہے گا اور تمدن و معاشرت میں توازن اور سدھار بھی پیدا ہوگا، جو کہ ایک مثالی زندگی کے لئے مطلوب ہے۔

حسن معاشرت کا تقاضا

انسانی زندگی ہمیشہ اور ہر حال میں یکساں نہیں رہتی۔ بلکہ اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ کبھی میاں کو بیوی کی کوئی حرکت ناپسند ہوتی ہے تو کبھی اس کے برعکس بیوی کو میاں کی کسی بات سے چڑھ ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہونا ایک فطری بات ہے۔ لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسی معمولی

حلال نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں: (۱) دوسرا نکاح صحیح طریقے سے منع نہ ہوا ہو۔ (۲) دوسرا شوہر ہم بستی کر چکا ہو۔ (۳) پھر دوسرا شوہر از خود طلاق لے چکا یا وفات پا چکا ہو۔ (۴) دوسرے شوہر سے طلاق لینے کے بعد اُس کی عدت بھی گزر چکی ہو۔ پھر اس کے بعد عورت اگر پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر رضامند ہو تو نئے شوہر اور نئے گواہوں کے ساتھ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ مگر دافع رہے کہ حلالہ کے لئے مشروط طور پر نکاح کرنا اور کرنا حرام ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نکاح کرنے اور کرانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مُطَلَّقه: (طلاق شدہ) وہ عورت جسے طلاق دی جا چکی ہو، یعنی طلاق والی۔

(مُطَلَّقه) بائٹہ صغریٰ: (چھوٹی بُدائی والی) اُس مُطلَّقه عورت کو کہا جاتا ہے جس سے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا جاسکتا (بخلاف مُطلَّقه رجعیہ کے)۔ مگر ہاں ایسی عورت سے عدت کے اندر یا عدت کے بعد بغیر حلالے کے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

(مُطَلَّقه) بائٹہ کبریٰ: (بڑی بُدائی والی) وہ مُطلَّقه جو طلاق کے فوراً بعد حرام ہو جاتی ہے۔ یعنی تین طلاق والی، خواہ اُسے تین طلاق یک ساتھ دی گئی ہو یا الگ الگ۔ اور ایسی عورت طلاق دینے والے پر اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک کہ اُس کا حلالہ نہ ہو جائے۔

مُطلَّقه رجعیہ: وہ مُطلَّقه جس کو طلاق رجعی دی گئی ہو۔ یعنی لوٹانے والی طلاق جو ایک یا دو تک ہو (تین سے کم)۔

مَدْخُولہ (مَدْخُول شدہ): وہ عورت جس سے نکاح کے بعد مباشرت (ہم بستی) کی جا چکی ہو۔

غیر مَدْخُولہ: (غیر مَدْخُول شدہ) وہ عورت جس سے نکاح کے بعد مباشرت نہ کی گئی ہو۔

منکوحہ: (نکاح کی ہوئی) وہ عورت جو قیدِ نکاح میں ہو، یعنی بیاہی ہوئی۔

معمولی بات پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا فیصلہ کر لیں۔ بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عورت پہلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے، جو ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی فطرت میں کچھ نقص رہتا ہے، جسے برداشت کرنا چاہئے۔ ورنہ اسے بالکل سیدھا کرنے کی کوشش میں اُس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یعنی ایسی صورت میں نتیجہ طلاق ہو سکتا ہے۔ اور قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر اُسے عورت کی کوئی بات یا اُس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو حُسنِ معاشرت اور حُسنِ اخلاق کے تقاضے کے لحاظ سے وہ اُسے برداشت کرنے کی عادت ڈالے۔ نہ کہ جھٹکنا ہو کہ طلاق دے بیٹھے۔ اگر کسی عورت میں کچھ خامیاں ہوں تو اُس میں کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لہذا مردوں کو عورتوں کی خامیوں سے زیادہ اُن کی خوبیوں پر نظر کرنی چاہئے۔ اور اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس صبر و تحمل کے عوض میں مردوں کے لئے انجام کار بہت سی بھلائیاں رکھ چھوڑی ہوں۔ (نساء: ۱۹) اس اعتبار سے مرد کو جلد بازی میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ نیز اس سلسلے میں مرد کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنا اُس کے مسئلے کا صحیح علاج نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری بیوی میں وہ خوبیاں موجود نہ ہوں جو پہلی بیوی میں پائی جاتی ہوں۔

طلاق سے پہلے اصلاح ضروری

بہر حال میاں بیوی کے درمیان اختلافات جب شدت اختیار کر لیں، جس کی بنا پر دونوں کو ایک دوسرے کے زائض ادا کرنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ طلاق فیہ سے پہلے ایک بیچ یا ثالث بیچہ کران دونوں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی کوشش کرے۔ (نساء: ۳۵) اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر کے گھرانے سے ایک ذمہ دار آدمی اور بیوی کے گھرانے سے ایک ذمہ دار آدمی مل کر دونوں کے بیانات سنیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کے درمیان صلح صفائی کرنے کی کوشش کریں۔ مگر اس کے باوجود بھی کوئی تصفیہ نہ ہو سکے اور میاں بیوی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئیں تو

اس صورت میں طلاق کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اور طلاق ان دونوں ثالثوں کی سفارش سے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کو یہ یقین ہو جائے کہ میاں بیوی کو جدا کر دینا (طلاق دلا دینا) ہی ان کے حق میں مناسب ہوگا۔ گویا کہ اب وہ دونوں مل جل کر زندگی گزارنے پر کسی بھی طرح راضی نہیں ہو سکتے۔ طلاق دینے کا صحیح طریقہ

مگر اس صورت میں بھی بیک وقت تین طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ عورت کو صرف ایک طلاق دینی چاہئے۔ کیونکہ اس کے بعد مرد کو عورت کی عدت کے اندر ایسی طلاق واپس لینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ مگر بیک وقت تین طلاق دینے کی صورت میں یہ اختیار ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ نیز طلاق کے سلسلے میں یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اپنی عورت کو جب اور جس وقت چاہا طلاق نہیں دی جا سکتی بلکہ اس کے لئے دو بنیادی شرطیں ہیں جو یہ ہیں: (۱) عورت پاکی کی حالت میں ہو، یعنی حیض کی حالت میں نہ ہو۔ (۲) شوہر جس طہر (پاکی کی حالت) میں بیوی کو طلاق دے رہا ہے اُس میں اُس نے بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ورنہ ایسی طلاق شریعت کی نظر میں ناجائز اور حرام ہوگی۔

حاصل یہ کہ عورت کو بیک وقت تین طلاق دینا، یا حیض کی حالت میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وہ عورت سے ہم بستری کر چکا ہو، بہت بڑا گناہ ہے۔ اور فقہاء ایسا کرنے کو حرام بتاتے ہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ جاہلانہ اور شریعت اسلامی کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ نے اُنہیں طلاق کا حق اس لئے نہیں دیا کہ وہ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں طلاق دے دیں۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ اور اس فعل کی بدولت نہ صرف میاں بیوی کے تعلقات متاثر ہوتے ہیں بلکہ دو خاندانوں میں دائمی طور پر نفرت اور دشمنی بھی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے شیطان اور اُس کے چیلوں کو ہی خوشی ہو سکتی ہے۔ لہذا طلاق کے حق کو بہت سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہئے۔ طلاق کوئی کھلونا نہیں ہے کہ ایک شخص اُسے ہاتھ میں لے کر کھیلنے بیٹھ جائے۔ بلکہ طلاق دینے سے پہلے آدمی کو ہزار بار سوچ لینا چاہئے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے! طلاق کا لفظ منہ سے نکالتے ہی رشتہ ازدواج پوری طرح کٹ جاتا ہے اور عند اللہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۱۔ کسی نے ایک ہی لفظ میں تین طلاق دے دی، جیسے یوں کہا کہ ”تجھے تین طلاق ہے“ یا یوں کہا ”میں نے تجھے تین طلاق دی“ یا ایک ہی مجلس میں متفرق طور پر تین طلاقیں دیں یعنی (ایک ہی بیٹھک میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایک ایک کر کے)۔ جیسے یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے یا تجھے ایک طلاق ہے۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یوں کہا تجھے دوسری طلاق ہے۔ اسی طرح پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ تجھے تیسری طلاق ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں عورت پر طلاقِ مُغلظہ پڑ جاتی ہے۔ اور عورت طلاق دینے والے پر فوری طور پر حرام ہو جاتی ہے اور اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک کہ وہ دوسرا نکاح نہ کر لے اور پھر دوسرے مشورے ہم بستر ہونے کے بعد اُس سے طلاق حاصل نہ کر لے، یا دوسرا شوہر فوت نہ ہو جائے۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ عورت کو سنت طریقے کے مطابق ٹکڑ (پاک کی حالت) میں ایک طلاق دی۔ پھر حیض آنے کے بعد دوسرے ٹکڑ میں دوسری طلاق دی۔ پھر اسی طرح تیسرے ٹکڑ میں تیسری طلاق دی۔ تو اس صورت میں بھی طلاقِ مُغلظہ واقع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس طرح طلاق دینا جائز ہے، بخلاف پہلی قسم کے جو ناجائز ہے۔ (اور اس قسم کی طلاق کو اصطلاح میں ”طلاقِ حسن“ کہتے ہیں)۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کو سنت طریقے کے مطابق ایک طلاق دی، مگر عدت کے دوران اُس سے رجوع کر لیا۔ تو اس صورت میں میاں بیوی کے تعلقات تو بحال ہو گئے، مگر ایک طلاق کا حق اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب اُس کے ہاتھ میں صرف دو طلاقیں کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر آئندہ پھر کبھی وہ سنت طریقے کے مطابق دوبارہ ایک طلاق دیتا ہے تو اس صورت میں دو طلاقیں کا حق اُس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اور اُس کے ہاتھ میں اب صرف ایک ہی طلاق کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس کے بعد پھر کبھی (خواہ وہ کتنی ہی مدت کے بعد کیوں نہ ہو) سہ بارہ صرف ایک ہی طلاق دینے کی صورت میں بھی عورت پر طلاقِ مُغلظہ واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اب تین کا عدد پورا ہو چکا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں تیسری طلاق دیتے ہی بیوی فوراً حرام ہو جاتی ہے اور اُس کا

خواہ وہ بعد میں جھوٹ بول کر اپنے قول سے مکر جائے۔ مگر وہ آخرت کی سزا سے تو کسی حال میں بچ نہیں سکتا۔ لہذا ہر مسلمان کو طلاق کے استعمال کے وقت خدا اور آخرت کا خوف کرنا چاہئے۔ اور اللہ کے قائل کر دہ حدود و ضوابط سے کسی بھی حال میں تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ ورنہ ایسے شخص کا انجام بہت بُرا ہو سکتا ہے۔ طلاق کب جائز اور کب ناجائز ہوگی؟

بعض علمائے لکھا ہے کہ طلاق کے جائز یا ناجائز ہونے کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں جو یہ ہیں:

(۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) اور مکروہ۔

۱۔ طلاق واجب اُس وقت ہو جاتی ہے جب کہ میاں بیوی کے جھگڑے میں فیصلہ کرنے والے ثالثوں کی رائے یہ ہو کہ ان دونوں کو الگ کر دینا ہی بہتر ہے۔

۲۔ طلاق مستحب (بہتر) اُس وقت ہوتی ہے جب کہ میاں بیوی متفق نہ ہوں اور ان دونوں کے درمیان جھگڑا شدت اختیار کر لے۔ اس صورت میں گناہ سے بچنے کے لئے ان دونوں کا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔

۳۔ طلاق ناجائز یا حرام اُس صورت میں ہوتی ہے جب کہ مدخلہ (صحبت شدہ) عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے ٹکڑ میں طلاق دی جائے جس میں عورت سے ہم بستر کی جا چکی ہو۔

۴۔ اور طلاقِ مکروہ (ناپسندیدہ) اُس صورت میں ہوگی جب کہ میاں بیوی کے تعلقات نارمل ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہوں۔ (تفسیر ابن جوزی ۱/۲۶۴)

طلاقِ مُغلظہ کی چند صورتیں

طلاقِ مُغلظہ (سخت طلاق) کی حقیقت اکثر لوگوں پر واضح نہیں ہے۔ یا لوگ عام طور پر اس کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بیک وقت تین طلاق دے ہی نام ہے۔ مگر وہ سنت طریقے کے مطابق تین مرتبہ (الگ الگ طور پر) دینے سے بھی واقع ہو سکتی ہے۔

بہر حال اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو یہ ہیں:

”حلال“ ہونے تک وہ حرام رہتی ہے۔

تین طلاق دینے والے کو سزا دی جائے

بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے دور خلافت میں بیک وقت تین طلاق دینے والوں کی پٹائی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو آپ کے پاس لایا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں تو آپ نے اس کی پٹھی پر مارا۔ (شرح معانی الآثار ۲/۲۸۶) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ غیر مدخولہ عورت کو تین طلاق دینے پر حضرت عمرؓ عزم میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دیتے (دونوں کو جدا کر دیتے) اور شوہر کی پٹائی کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳۳۲/۶)

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں ایک بیکار قسم کا آدمی تھا جس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں تو اُس نے حضرت عمرؓ سے رجوع کیا اور کہا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اس پر آپ نے اُس کے سر پر ڈوڑھ بلند کیا اور میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۲/۵)

اس طرح کی تادیبی کاروائی آج بھی بہت ضروری ہے۔ تاکہ لوگ اس قسم کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہوئے طلاق دینے کے اس غلط طریقے سے باز آئیں۔ اگر کسی شہر یا ملک میں اس طرح چند لوگوں کی پٹائی کی جائے اور ہیکہ مقامات میں ایسے لوگوں کو دو چار ڈوڑھے لگائے جائیں تو اس کی بخوبی تشہیر ہو سکتی ہے اور لوگ غلط طریقے سے باز آسکتے ہیں۔ بلکہ موجودہ حالات میں یہ اقدام بہت ضروری ہے۔ اور ضرورت ہے کہ مسلم ملکوں میں آج اس نسخہ کو بھرے آزمایا جائے، جس کی وجہ سے معاشرتی خرابیوں کا سد باب ہو سکتا ہے۔

طلاق کے بعض ضروری مسائل

فقہ اسلامی کی روشنی میں

قرآن اور حدیث میں مذکور طلاق اور عدت کے احکام و مسائل بیان کرنے اور ان کی تشریح و تفسیر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ فقہ اسلامی میں ان احکام و مسائل کی جو تعریف و توضیح فقہاء نے کی ہے انہیں بعض ضروری مسائل کے ساتھ بطور تمہید بیان کر دیا جائے۔ تاکہ ان مسائل کی نوعیت اور ان کا صحیح تصور و خاکہ قارئین کے ذہن میں رہے، جس کے باعث قرآن اور حدیث کے احکام کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

طلاق کی تعریف

(۱) لغت میں طلاق کے معنی ہیں ”بندش کھول دینا“ جیسے گھوڑے یا قیدی کی بندش کھول دینا (انہیں آزاد کر دینا)۔ اور اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ”میاں بیوی کے درمیان نکاح کی بندش کھول دینا ہے“۔ یعنی قیدِ نکاح سے چھٹکارا حاصل کر لینا۔

طلاق کے ارکان

(۲) طلاق کے چار ارکان ہیں جو یہ ہیں :-

۱۔ طلاق کا پہلا رکن شوہر ہے۔ چنانچہ طلاق صرف شوہر کے دینے ہی کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ لہذا اگر کوئی اجنبی یا غیر متعلق شخص (مثلاً شوہر کا باپ یا بھائی وغیرہ) طلاق دے دے تو وہ واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسے غیر متعلق افراد طلاق دینے کے مجاز نہیں ہیں، جن کے ہاتھ میں نکاح کو توڑنے کا حق نہیں ہے۔ اور یہ بات طلاق کی تعریف سے معلوم ہو چکی ہے کہ طلاق کے معنی نکاح کی بندش کھول دینے کے ہیں۔ (ہاں اگر شوہر طلاق دینے کے لئے کسی کو وکیل مقرر کرے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے)

۲۔ طلاق کا دوسرا رکن بیوی ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی اجنبی عورت کو طلاق دے دے تو وہ

واقع نہیں ہوگی۔ (الآیہ کہ طلاق دینے والا اُس کے شوہر کی جانب سے وکیل ہو)۔

۳۔ طلاق کا تیسرا رکن صیغہ طلاق ہے۔ یعنی طلاق ایسے لفظ کے ذریعہ دی جائے جو قید نکاح کو رفع کرنے پر دلالت کرنے والا ہو، خواہ وہ لفظ صریح ہو یا مجاز و کنایہ (یعنی گول مول لفظ)۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں ”طلاق صریح“ اور ”طلاق کنایہ“ کے تحت آئے گی۔

۴۔ طلاق کا چوتھا رکن قصد و ارادہ ہے۔ یعنی طلاق کا لفظ استعمال کرتے وقت طلاق دینا مقصد ہو۔ چنانچہ اگر کسی کی بیوی کا نام طاہرہ ہو اور اُس نے غلطی سے ”اے طاہرہ“ کے بجائے ”اے طالقہ“ (اے طلاق والی) کہہ دیا تو اس سے عند اللہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ مگر قاضی طلاق واقع ہو جانے کا فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ نیتوں کا حال صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔

طلاق کی شرائط

(۳) طلاق دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ :-

۱۔ عاقل ہو۔ لہذا مجنون یا پاگل شخص کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۲۔ بالغ ہو۔ لہذا نابالغ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۳۔ نیند کی حالت میں نہ ہو، بلکہ بیداری کی حالت میں طلاق دے رہا ہو۔

(۴) مسئلہ: اگر کسی نے ازراہ مذاق طلاق دی تو وہ واقع ہو جائے گی۔

(۵) مسئلہ: اگر کسی نے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو وہ واقع ہو جائے گی۔

نشہ شراب کی وجہ سے ہو یا بھنگ اور ایفون وغیرہ کی وجہ سے۔ اور اس سے مراد ایسا بدست شخص ہے جس کو مرد اور عورت یا زمین و آسمان میں کوئی ذوق دکھائی نہ دے۔

۲۔ خلاصہ از کتاب الفقہ، ۲/۲۸۰-۲۸۱

۳۔ در مختار بر حاشیہ رد المحتار، ۲/۴۵۳، نیز ہدایہ اذنین ص ۳۳۸

۴۔ رد المحتار، ۲/۴۵۹، مطبوعہ کوئٹہ (پاکستان)

۵۔ ہدایہ، اولین، ص ۳۳۸

۶۔ در مختار مع رد المحتار، ۲/۴۵۹-۴۶۰

(۶) مسئلہ: اگر کسی کو مجبور کر کے زبردستی اُس کی بیوی کو طلاق دلائی گئی تو حنفی مسلک

کے مطابق ایسی طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۷) مسئلہ: اگر کسی نے غصہ کی حالت میں طلاق دی ہے تو بعض علماء نے (تحقیقی طور پر)

اس کی تین قسمیں قرار دی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ طلاق ایسی حالت میں دی ہے جب کہ غصہ کا آغاز ہوا ہے اور اُس کی عقل یا ہوش میں کوئی تغیر

نہیں ہوا ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اُس کے مفہوم کو وہ ابھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے۔ تو اس صورت میں بلاشبہ طلاق پڑ جائے گی اور بالاتفاق اس کے کلام کے مطابق حکم نافذ کیا جائے گا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق دینے والے کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس طور پر کہ اُس

کی عقل و ہوش میں فوری طور آگیا تھا، جس کی وجہ سے وہ ایک پاگل شخص کی طرح ہو گیا تھا۔ اور اس بنا پر وہ اپنے

کلام کے مفہوم و دعا کو ابھی طرح سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ اس صورت

میں وہ اور ایک پاگل شخص دونوں برابر ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ کہ غصہ ان دونوں حالتوں کے درمیان تھا۔ اس طور پر کہ غصہ سخت اور اُس

کے مزاج کے خلاف تو تھا مگر وہ پاگل بھی نہیں ہو گیا تھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے اُسے وہ سمجھ ہی نہ پارہا ہو۔ جہو علماء

کے نزدیک اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۸) مسئلہ: وہ شخص جس کی عقل میں فوری طور آگیا ہو، یا جو سرسام زدہ (ہذیبانی کیفیت میں مبتلا)

ہو، یا جو بے ہوش ہو، یا جس کی عقل زائل ہو گئی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

جائز اور ناجائز طلاق کا بیان

(۹) یہ بات خوب ابھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اپنی منکوحہ عورت کو جب چاہا اور جس وقت چاہا طلاق

۷۔ ہدایہ، اولین، ص ۳۳۸

۸۔ کتاب الفقہ، از شیخ عبدالرحمان جزیری، ۴/۲۹۳

۹۔ در مختار بر حاشیہ رد المحتار، ۲/۴۶۲-۴۶۳

نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ اس کے لئے کچھ قیدیں اور شرطیں ہیں، جن کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لے۔ غرض طلاق کے جائز اور ناجائز ہونے کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں جو یہ ہیں: (۱) طلاقِ احسن (۲) طلاقِ حسن (۳) طلاقِ بدعی۔ ان میں سے پہلی دو قسمیں جائز اور تیسری قسم ناجائز اور حرام ہے۔ مگر جائز قسموں میں بھی پہلی قسم (طلاقِ احسن) ہی سب سے بہتر ہے، جس میں مرد کو مشرمدہ ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ ان تینوں کی تعریف اور حکم حسب ذیل ہے:

۱۔ طلاقِ احسن (سب سے اچھی طلاق)

(۱۰) طلاقِ احسن وہ طلاق ہے جس کے مطابق مدخولہ عورت (جس سے صحبت کی جا چکی ہو) کو ایسے ٹھہر (پاک کی حالت) میں جس میں اُس نے مباشرت نہ کی ہو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، یہاں تک کہ اُس کی عدت گزر جائے۔ (مثلاً یوں کہہ کر میں نے تجھے ایک طلاق دی۔ یا یوں کہہ کر میں نے تجھے ایکٹ طلاق رجعی دی۔ یعنی لوٹانے والی طلاق دی۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے)۔

اس طلاق کا فائدہ یہ ہے چونکہ مرد نے صرف ایک طلاق (رجعی) دی ہے لہذا ابھی دو مزید طلاقیں کا اختیار اُس کے پاس محفوظ ہے۔ اس لئے اُس کا نکاح ابھی نہیں ٹوٹا۔ لہذا وہ عدت کے اندر جب چاہے رجوع کر کے (یعنی دی ہوئی طلاق واپس لے کر) مطلقہ کو پھر سے بیوی بنا سکتا ہے۔ اور اگر عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو عدت گزر جانے کے بعد بغیر حلالے کے عورت کی رضامندی سے دوبارہ نئے سرے سے اور نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔

(۱۱) مسئلہ: اگر وہ عدت کے اندر مطلقہ سے رجوع کر لے، یا عدت کے بعد اُسی عورت سے

دوبارہ نکاح کر لے تو اس صورت میں ایک طلاق کا حق اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اور اب اُس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہتی ہیں۔ (مطلب یہ کہ وہ آئندہ صرف دو ہی طلاقیں استعمال کر سکتا ہے)۔

(۱۲) مسئلہ: اگر آئندہ پھر کسی وجہ سے اُسی عورت کو پھر دوبارہ ایک طلاق دے دے تو اس صورت میں دو طلاقیں کا حق اُس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اُس کے پاس صرف ایک ہی طلاق باقی

رہتی ہے۔ لہذا زمانہ مستقبل میں خدا نخواستہ اُس عورت کو پھر کسی وجہ سے تیسری بار ایک طلاق دے دے تو اب چونکہ تین کا عدد پورا ہو چکا ہے اس لئے عورت اُس پر حرام ہو جاتی ہے۔ یعنی اُس پر ”طلاقِ مغلظہ“ (سخت طلاق) واقع ہو جاتی ہے۔ اور وہ بغیر حلالے کے طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں رہتی بلکہ (۱۳) مسئلہ: حلالے کے بعد عورت جب پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر لے تو اس صورت میں اُسے تینوں طلاقیں کا حق نئے سرے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ

۲۔ طلاقِ حسن (اچھی طلاق)

(۱۴) مدخولہ عورت (جس سے مباشرت کی جا چکی ہو) کو تین الگ الگ ٹھہروں میں ہم بستری کئے بغیر ایک ایک طلاق دینا۔ (مثلاً پہلے ٹھہر میں یوں کہہ کر میں نے تجھے ایک طلاق دی۔ دوسرے ٹھہر میں یوں کہہ کر میں نے تجھے دوسری طلاق دی۔ اور تیسرے ٹھہر میں یوں کہہ کر میں نے تجھے تیسری طلاق دی۔ لیکن اگر وہ اس طرح ایک یا دو طلاقیں دینے کے بعد عورت سے ہم بستری کر لے تو رجعت ثابت ہو جائے گی۔ گویا کہ اُس نے اپنی طلاق سے رجوع کر لیا ہے۔ اس کی تفصیل رجعت کے بیان میں آئے گی۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد عورت سے ہم بستری کرنا اگرچہ وہ عدت ہی کے دوران ہو بالکل حرام ہے۔ کیونکہ تین کا عدد پورا ہو جانے کے بعد وہ بیوی نہیں رہی)۔

غرض اس طرح طلاق دینا (یعنی تین ٹھہروں میں ایک ایک کر کے) جائز تو ہے مگر اس کا نقصان یہ ہے کہ تین کا عدد پورا ہو جانے کے بعد عورت بائندہ گبری (بڑی جدائی والی) بن جاتی ہے۔ یعنی طلاقِ مغلظہ واقع ہو جاتی ہے، جس کی تلافی حلالے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو صرف ایک طلاق (یعنی طلاقِ احسن) دے کر چھوڑ دے، جس میں بہت سارے فائدے ہیں۔ جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

نہ یہ مسائل مختلف کتب فقہ (ہدایہ، بدائع الصنائع اور کتاب الفقہ وغیرہ) سے ماخوذ ہیں، اور سہولت کی غرض سے انہیں اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱۵) مسئلہ: طلاقِ حسن میں مرد ایک یا دو طلاقیں دے چکنے کے بعد بھی عدت کے اندر رُجوع کر سکتا ہے۔ مگر عدت گزر جانے یا تین کا عدد پورا ہونے کی صورت میں رُجوع نہیں کر سکتا۔

(۱۶) مسئلہ: دو طلاقیں دینے کے بعد اگر تیسری طلاق دینے سے پہلے عدت گزر جائے تو اس صورت میں بغیر حملائے کے دوبارہ نئے سرے سے نئے مہر کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں نورت ”بائنة صغریٰ“ (چھوٹی جہائی دالی) کے حکم میں رہتی ہے۔ مگر اس کے بعد مرد کو صرف ایک ہی طلاق دینے کا حق باقی رہتا ہے۔ کیونکہ دو طلاقیں پہلے ہی اُس کے ہاتھ سے نکل چکی ہیں۔

(۱۷) نوٹ: طلاقِ آسن اور طلاقِ حسن دونوں کو ”طلاقِ سنت“ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مختلف حدیثوں سے دونوں طرح طلاق دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مگر طلاقِ آسن ہی سب سے اچھی طلاق ہے۔

۳۔ طلاقِ بدعی (غیر مسنون طلاق)

(۱۸) طلاقِ بدعی کا مطلب ہے خلافِ سنت۔ اور اس کی چار صورتیں ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ مدخلہ عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دینا۔

۲۔ یا اُسے ایسے ٹہر میں طلاق دینا جس میں اُس سے مباشرت کر چکا ہو۔

۳۔ یا ایک لفظ تین طلاقیں دینا۔

۴۔ یا ایک ہی ٹہر میں الگ الگ تین طلاقیں دینا۔

ان سب صورتوں میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ اگر ایک دی ہے تو ایک، دودہی ہیں تو دو، اور اگر تین دی ہیں تو تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ مگر ایسا کرنا باعثِ گناہ اور حرام ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

۱۲۔ یہ مسائل مختلف کتب فقہ (ہدایہ، بدائع الصنائع اور کتب الفقہ وغیرہ) سے اپنے الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۳۔ اخوان سہزیہ اولین ص ۳۵، بدائع الصنائع ۳/۹۲-۹۳، مطبوعہ کراچی۔ اس موضوع پر قرآن اور حدیث کے بعض دلائل

مجھے انصواب میں مذکور ہیں۔

(۱۹) اس طرح طلاق دینے کی وجہ سے نہ صرف عورت کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ معاشرہ، قوم و تمدن

اعتبار سے بھی یہ فعل باعثِ فساد ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے (بیک وقت تین طلاق دینے کی صورت میں) نہ

صرف مصالحت کا دروازہ بند ہو کر ایک خاندان ٹوٹ جاتا ہے، بلکہ میاں بیوی کے رشتہ داروں میں بھی باہمی عداوت

اور دشمنی ہمیشہ کے لئے پیدا ہو جاتی ہے، جو پشتوں تک چلتی رہتی ہے۔ اسلام چونکہ دنیا میں امن قائم کرنے اور

جھگڑے فسادات مٹانے کے لئے آیا ہے، اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی کام جلد بازی میں کر کے اس قسم کی ممانعت

خوابوں کو بڑھا دیا جائے۔ لہذا وہ قدم قدم پر تحمل، بردباری اور دانشمندی سے کام لینے کی تلقین کرتا ہے۔

چنانچہ میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں اُس نے ”طلاقِ احسن“ کا جو طریقہ تجویز کیا ہے وہ اس سلسلے میں

ایک بہترین فارمولا ہے، جس سے نہ صرف میاں بیوی کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے اپنی اصلاح کرنے کا موقع ملتا

ہے بلکہ طرفین کے رشتہ داروں کو بھی صلح و صفائی اور بیچ بچاؤ کر کے ایک خاندان کو ٹوٹنے سے بچانے اور ضرر

کو دور کرنے کا بھی کافی موقع ملتا ہے۔ اور اس قسم کے اصلاحی قانون کا مالک آج کی زمین پر صرف اسلام ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ خود مسلمان اپنی شریعت پر صحیح طریقے سے عمل کریں۔ اور خدا کا خوف کرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے

بچیں۔ اسلامی قانون پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی صورت میں مسلمان دنیوی خواہیوں کے علاوہ آخرت کی بچائے

بھی بچ سکتے ہیں۔ اس طرح اسلامی قانون پر چلنے میں دونوں جہانوں میں فائدہ ہے۔

(۲۰) مسئلہ: اگر کسی نے مدخلہ عورت کو حیض کی حالت میں یا ایسے ٹہر میں جس میں وہ بیوی

سے ہم بستری کر چکا ہے، ایک طلاق دی ہے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوراً اس سے رُجوع کر لے اور دوباراً

حیض آنے کے بعد پھر بالکی کی حالت میں بغیر جماع کئے ایک طلاق دے۔ (اگر طلاق دینا ضروری ہو۔ کیونکہ ہو

سکتا ہے کہ اس دوران اس کی رائے بدل جائے اور وہ سرے سے طلاق دینا ہی پسند نہ کرے)۔ خلاصہ یہ کہ

”طلاقِ بدعی“ کو واپس لے کر (جب کہ وہ ایک یا دو ہو) از سر نو طلاق دینا ضروری ہے۔

نوٹ: طلاقِ بدعی میں بالکی اور خفی مسلک کے مطابق رُجوع کرنا یعنی طلاق واپس لینا فرض ہے۔

(۲۱) مسئلہ: حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح طلاقِ بدعی کی

دوسری قسم بھی شمار ہوتی ہے، لغو نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ کہ ایسی طلاق واپس لینے (رجعت کر لینے) کی صورت میں بھی وہ اُس کے کھاتے میں جمع ہو جائے گی۔ یعنی اگر اُس نے ایک طلاق دی تھی تو ایک طلاق کا حق اُس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اگر دودہی تھیں تو دو طلاقیں کا حق اُس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور اگر تین دی ہیں تو پھر رجوع کا حق ہی نہیں رہے گا۔ (خواہ اس نے یکساں تھ دی ہوں یا متفرق طور پر دی ہوں) بلکہ عورت ایسی صورت میں اُس پر حرام (بائٹہ گبری) ہو جائے گی بلکہ اور ایسی طلاقیں (صرف) شیعوں کے نزدیک واقع نہیں ہوتیں بلکہ

(۲۲) مسئلہ: غیر مدخولہ عورت کو طہر ہی کی حالت میں طلاق دینا شرط نہیں ہے۔ بلکہ اُسے جب چاہے (خواہ وہ طہر کی حالت میں ہو یا حیض کی حالت میں) طلاق دی جا سکتی ہے۔
(۲۳) مسئلہ: غیر مدخولہ عورت کو ایک طلاق دینے سے بھی وہ بائن (جدا) ہو جاتی ہے۔ (یعنی بائنہ صغریٰ بن جاتی ہے)۔ کیونکہ صحبت واقع نہ ہونے کی وجہ سے وہ صرف ایک ہی طلاق کا محل رہتی ہے۔
(۲۴) مسئلہ: غیر مدخولہ عورت کو اگر ایک لفظ تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں پڑ جاتی ہیں۔ (اور وہ بائنہ گبری بن جاتی ہے)۔

(۲۵) مسئلہ: غیر مدخولہ عورت (جس سے صحبت نہ ہوئی ہو) کو اگر الگ الگ الفاظ میں طلاق دی جائے (مثلاً یوں کہا جائے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے) تو اس سے صرف ایک ہی طلاق بائن پڑے گی۔ (کیونکہ پہلی طلاق کے تلفظ کے ساتھ ہی وہ بائن ہو جائے گی۔ دوسری اور تیسری طلاق لغو یا بیکار جائے گی)۔

۱۷ مختلف کتب سے ماخوذ

۱۸ بدائع الصنائع، از امام کاظمی، ۳/۹۶

۱۹ ہدایہ اولین، ص ۳۳۶

۲۰ ماخوذ از ہدایہ، ص ۳۵۱

۲۱ ایضاً ص ۳۵۱

۲۲ ایضاً ص ۳۵۱

(۲۶) مسئلہ: غیر مدخولہ عورت کے لئے عدت نہیں ہے۔ بلکہ وہ طلاق کے فوراً بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات قائم نہ ہونے کی وجہ سے اُس پر عدت عائد کرنا ایک بیکار بات ہے۔ عدت صرف صحبت کی وجہ سے عائد ہوتی ہے، تاکہ اس دوران اُس کے رحم کی صفائی کا پتہ چل جائے اور نطفہ مخلوط ہونے کی وجہ سے نسب میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ پائے۔ لہذا یہ بالکل عقلی بات ہے کہ جب صحبت ہی نہیں ہوئی ہے تو عدت بھی نہیں ہے۔

(۲۷) نوٹ: خلاف سنت طلاق (بدعی) کو ناجائز قرار دینے میں شریعت کی بہت بڑی مصلحت ہے۔ کیونکہ اس میں نظر ثانی اور اصلاح کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر طلاق دینے والا بعد میں نہ صرف کفِ انوس لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ نفسیاتی اعتبار سے احساسِ کمتری کا شکار رہتا ہے۔ اور یہ صورت حال اُس کے لئے بڑی اذیت ناک اور سواہن روح ہوتی ہے۔

طلاق صریح اور طلاق کنایہ

(۲۸) طلاق کبھی تو صاف صاف الفاظ میں دی جاتی ہے جو "طلاق صریح" یعنی واضح طلاق کہلاتی ہے۔ اور کبھی گول مول الفاظ میں دی جاتی ہے جس کو "طلاق کنایہ" یعنی غیر واضح طلاق کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان دونوں کا مفہوم اور ان کی دلالت مختلف ہوتی ہے اس لئے ان کا حکم بھی مختلف ہوگا۔ لہذا اس موقع پر ان دونوں قسم کی طلاقیں کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ طلاق صریح (واضح طلاق)

(۲۹) طلاق صریح کا مطلب ہے واضح اور صاف الفاظ میں طلاق دینا۔ مثلاً اپنی بیوی سے

یوں کہا جائے:

(الف) تجھے طلاق ہے۔

(ب) میں نے تجھے طلاق دی۔

(ج) تُو طلاق ہے۔ (یعنی طلاق والی ہے)۔

(د) تُو مُطلّقه ہے۔ (یعنی طلاق دی ہوئی عورت ہے)۔

تو ان سب صورتوں میں طلاق رجعی (لٹانے والی طلاق) پڑے گی۔ کیونکہ یہ الفاظ طلاق ہی کے لئے مخصوص ہیں اور کسی دوسرے مفہوم پر دلالت نہیں کرتے۔ لہذا وہ اپنے معنی و مفہوم میں صاف و صریح ہیں اور ان الفاظ کے استعمال سے نقص (قرآنی) کے مطابق رجعت ثابت ہوتی ہے۔ اور ان الفاظ میں (بالاجماع) نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کا استعمال غالب طور پر طلاق ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔

(۳۰) یہ مسئلہ (جو اوپر مذکور ہوا) مدخلہ عورت کے بے میں ہے کہ اس سے ایک طلاق رجعی پڑتی ہے۔ ورنہ عورت اگر غیر مدخلہ ہے تو پھر وہ ایک ہی طلاق میں بائن (جدا) ہو جائے گی۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ مگر وہ بائن صغریٰ (چھوٹی جدائی والی) رہے گی۔

(۳۱) مسئلہ: عورت سے اگر کچھ معاوضہ لے کر طلاق دی جائے (جس کا نام خلع ہے) تو اس صورت میں مدخلہ عورت بائن ہو جاتی ہے۔ اور مرد کو رجعت (رجوع کرنے) کا حق باقی نہیں رہتا۔ (مگر یہ بھی بائن صغریٰ کے حکم میں رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی عورت کو صرف نئے نکاح کے ذریعہ پھر سے یوی بنایا جاسکتا ہے)۔

(۳۲) مسئلہ: اگر کسی نے اپنی عورت کو ”تجھے اس طرح طلاق ہے“ کہتے ہوئے تین انگلیاں دکھائیں تو اس سے تین طلاق پڑ جائے گی۔ اگر ایک دکھائی تو ایک پڑے گی۔ اور اگر دو دکھائیں تو دو پڑ جائیں گی۔

(۳۳) مسئلہ: اگر کسی نے اپنی عورت سے یوں کہا: ”تجھے جدا ہونے والی طلاق ہے“ یا یوں کہا: ”تجھے قطعی طلاق ہے“ (یعنی رشتہ کاٹنے والی) تو اس صورت میں حنفی مذہب کے مطابق عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ اگرچہ یہ صاف و صریح لفظ ہے مگر اس کے باوجود کچھ وصف کی زیادتی اور

شدت بھی پائی جا رہی ہے۔

نوٹ: اس قسم کی طلاق میں جب تک تین کا عدد پورا نہ ہو جائے، یا تین کی نیت نہ کی جائے، عورت بائن صغریٰ کے حکم میں رہتی ہے۔ یعنی ایسی عورت سے بغیر حلالے کے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر تین کا عدد پورا ہو جائے یا تین کی نیت کر لی جائے تو پھر بغیر حلالے کے نکاح درست نہ ہوگا۔

۲۔ طلاق کنایہ (غیر واضح طلاق)

(۳۴) کنایہ سے مراد غیر واضح اور گول مول لفظ ہے۔ یہاں پر اس سے مراد ایسے الفاظ استعمال کرنا ہے جو ایک سے زیادہ معنی پر دلالت کرنے والے ہوں۔ مثلاً کسی نے اپنی منکوحہ سے یوں کہا: ”تو جدا ہو چکی ہے“ یا ”تو حرام ہے“ یا ”تو اپنے میکے چلی جا“ وغیرہ۔ تو اس سے طلاق مراد بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی۔ لہذا اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ محض ان الفاظ کے استعمال سے طلاق نہیں پڑ جاتی بلکہ اس کے لئے نیت یا ”دلالت حال“ کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ ان الفاظ کا استعمال اگر طلاق دینے کی نیت سے کیا ہے تب طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں ہوگی۔ (غلاف طلاق صریح کے، جس میں نیت ضروری نہیں ہے)۔ لہذا اگر کسی نے طلاق کی نیت کے بغیر اس قسم کے الفاظ استعمال کئے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۲۔ اور اس قسم کے (غیر واضح) الفاظ کے استعمال کی دوسری صورت، جب کہ بغیر نیت بھی طلاق واقع ہو سکتی ہے، دلالت حال ہے۔ یعنی یہ الفاظ کسی خاص پس منظر میں استعمال کئے جا رہے ہوں، جس کی بنا پر ان الفاظ کی دلالت قطعیت کے ساتھ طلاق پر ہو رہی ہو۔ جیسے شوہر خفے کی حالت میں تھا اور اُس وقت یہ الفاظ اپنے منہ سے نکالے۔ یا میاں بیوی کے درمیان طلاق کی بات ہو رہی تھی کہ شوہر نے اس قسم کے الفاظ کہہ دیے۔ تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲۵) اس بحث کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ عام حالات میں غیر واضح الفاظ (الفاظ کنایہ) کے استعمال میں نیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر طلاق نہیں پڑتی۔

۲۔ غصے کی حالت میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے طلاق پڑ جاتی ہے۔ اور اس صورت میں نیت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

۳۔ طلاق کی بات چیت کے وقت بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کی بدولت بلا نیت طلاق پڑ جاتی ہے۔

(۳۶) غیر واضح الفاظ (کنایات) کی بعض قسمیں یہ ہیں :

- ۱۔ تو بائن ہے۔
- ۲۔ تیری رسی تیرے کا ندھے پر ہے۔ یعنی ٹوٹنا ہے۔
- ۳۔ تو حرام ہے۔
- ۴۔ تو اپنے ٹیکے چلی جا۔
- ۵۔ تو نکاح سے خالی ہے۔
- ۶۔ تو نکاح سے بری ہے۔
- ۷۔ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔
- ۸۔ میں نے تجھے تیرے گھروالوں کو ہرجہ کر دیا۔
- ۹۔ میں تجھ سے جدا ہو گیا۔
- ۱۰۔ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔
- ۱۱۔ تو آزاد ہے۔
- ۱۲۔ تو نکل جا، یا تو چلی جا۔
- ۱۳۔ تو اٹھ جا۔
- ۱۴۔ تو شوہروں کو ڈھونڈ لے۔

(۳۷) ان تمام صورتوں میں ایک طلاق بائن (جدا ہونے والی) پڑے گی۔ اور ان الفاظ میں اگر تین کی نیت کر لے تو تین پڑ جائیں گی مثلاً (مطلب یہ کہ ایک طلاق بائن پڑنے کی صورت میں عورت بائنہ صغریٰ بن جائے گی۔ اور جب اس پر تین طلاق بائن پڑ جائیں تو وہ بائنہ کبریٰ ہو جائے گی۔ اس کی مزید وضاحت اگلے دو مشلوں سے ہوگی۔)

(۳۸) مسئلہ: جب کسی عورت پر ایک یا دو طلاق بائن پڑ جائیں تو فوری طور پر نکاح

ٹوٹ جاتا ہے۔ (بخلاف طلاق رجعی کے جس میں نکاح فوری طور پر نہیں ٹوٹتا بلکہ وہ عدت پوری ہونے تک باقی رہتا ہے)۔ نتیجہ یہ کہ اس قسم کی طلاق میں مرد کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہتا اور نہ وہ نیا نکاح کے بغیر طلاق عورت سے ہم بستری کر سکتا ہے۔ یہ اور یہ نیا نکاح عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے اور عدت کے بعد بھی۔

(۳۹) مسئلہ: جب کسی عورت پر تین طلاق بائن پڑ جائیں، خواہ وہ بیک وقت ہوں یا متفرق طور پر، تو وہ (بائنہ کبریٰ ہونے کی وجہ سے) نکاح ثانی ہونے تک (یعنی حلال ہونے تک) حرام رہتی ہے۔
(۴۰) نوٹ: تین طلاق خواہ مریخی طور پر واقع ہوں یا بائن ہونے کی حیثیت سے، دونوں صورتوں میں حکم ایک ہی ہے کہ جب تین کا عدد پورا ہو جائے تو اس صورت میں عورت حرام ہو جاتی ہے۔ اور اس کا حلال ہونے تک وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

(۴۱) مسئلہ: جب میاں بیوی کے درمیان طلاق کی بات ہو رہی تھی اور اس صورت میں شوہر نے اس قسم کے الفاظ ادا کئے، مگر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی۔ تو قاضی اس کی بات کا اعتبار نہیں کرے گا، بلکہ وہ طلاق کا فیصلہ کر دے گا۔ ہاں البتہ وہ عند اللہ طلاق نہیں ہوگی۔ مگر قاضی ظاہر کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ نیتوں کا حال صرف اللہ ہی بہتر جانے والا ہے۔

(۴۲) مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا: ”تو مجھ پر حرام ہے“ تو اس صورت میں عرف (رداج) کو دیکھا جائے گا۔ چنانچہ لوگوں کی عادت اس سے طلاق بائن دینے کی ہو گئی ہو تو پھر طلاق بائن پڑے گی۔ اور اگر طلاق رجعی دینے کی ہو تو طلاق رجعی ہوگی۔ اور اس میں نیت کو نہیں دیکھا جائے گا۔ کیونکہ یہ گول مول بات نہیں بلکہ بالکل واضح بات ہے۔ لیکن اگر عرف و رداج میں اس سے کنا یہ مراد دیا جاتا ہو تو پھر اس صورت میں نیت ضروری ہوگی۔ لیکن ایک عامی چونکہ طلاق بائن اور طلاق رجعی میں کوئی فرق نہیں

کرنا، اس لئے اس کے حق میں طلاق بائن ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔
خلع کا بیان

(۴۳) خلع کے لفظی معنی اتارنے کے ہیں۔ جیسے کپڑے اتارنا یا جوتا اتارنا۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد ملکیتِ نکاح کو ختم کرنا ہے۔^{۳۲} یعنی اس سے وہ طلاق مراد ہے جو عورت کے مطالبے پر کچھ مال کے عوض (یا بغیر عوض کے) دی جائے۔ میاں بیوی کے درمیان اس قسم کی جذباتی کا نام اصطلاح میں اگرچہ ”خلع“ ہے مگر وہ اصلاً طلاق ہے۔ کیونکہ جب تک شوہر اس مطالبہ کو قبول کرے طلاق نہ دے دے وہ خلع نہیں ہو سکتا۔ اور خلع طلاق بائن شمار ہوگا، کیونکہ عورت نے اس کو گویا کہ مال کے عوض میں خریدا ہے۔ لہذا خلع ہو جانے کی صورت میں مرد کو عدلت کے اندر عورت سے رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۴۴) (غرض) جب میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے اور دونوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں (خود) عورت اگر اپنی جان چھڑانے کی غرض سے خاوند کو کچھ مال دے کر خلع حاصل کر لے تو قرآنی تصریح (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت (کچھ) معاوضہ دے کر چھپچھا چھڑالے کے مطابق کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ خاوند جب ایسا کرے گا تو خلع کے ذریعہ ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اور (مقررہ) مال دینا لازم آئے گا۔^{۳۳}

(۴۵) مسئلہ: خلع کچھ مال کے عوض بھی ہو سکتا ہے اور بغیر عوض کے بھی۔ اگر کوئی شخص بغیر عوض کے یوں کہہ دے کہ میں نے تجھے خلع دے دیا، اور اس سے طلاق کی نیت ہو تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، مگر مہر ساقط نہیں ہوگا۔^{۳۴} (یعنی شوہر کے ذمہ مہر مؤجل تھا تو وہ بیوی کو ادا کرنا پڑے گا۔ مہر مؤجل وہ مہر ہے جو نکاح کے موقع پر بعد میں ادا کیا جانا طے ہوا ہو، یعنی جس کی مدت مقرر ہو۔ بخلاف مہر مجمل کے جو

فوری طور پر ادا کر لینے والا ہوتا ہے، جب کہ نکاح کے وقت اس کی صراحت کی گئی ہو۔)

(۴۶) مسئلہ: اگر خلع مہر کے عوض میں طے ہوا اور مہر ابھی ادا نہیں ہوا تھا۔ (مؤجل تھا) تو اس صورت میں وہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر مہر بیوی کو ادا کیا جا چکا تھا (مُجمل تھا) تو اس صورت میں بیوی وہ مہر شوہر کو واپس کر دے گی۔^{۳۵}

(۴۷) مسئلہ: اگر زیادتی مرد کی جانب سے ہو تو اس صورت میں عورت کی طرف سے معاوضہ لینا مکروہ (ناجائز) ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے (وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَیَّیْنَ فَاُولَٰئِکَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ وَہُمْ لَا یُؤْمِنُونَ) اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کو لانا چاہو اور تم ان میں سے کسی ایک کو ایک ڈھیر (مال) بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ نیز چونکہ مرد نے ”ادل بدل“ کر کے عورت کو وحشت میں ڈال دیا ہے، لہذا وہ عورت کی جانب سے مال لے کر اس کی وحشت میں مزید اضافہ نہ کرے۔ پھر اگر زیادتی عورت کی جانب سے ہوئی ہو تو اس صورت میں جتنا مال (مہر) وہ دے چکا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ (ناجائز) ہے۔^{۳۶}

رجعت کا بیان

(۴۸) رجعت کے معنی لغت میں لوٹنے کے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد عدلت کے اندر مطلقہ عورت کی ملکیتِ نکاح کو بلا عوض باقی رکھنے کے ہیں۔^{۳۷} یعنی مطلقہ کو نئے نکاح کے بغیر پھر سے اپنی عصمت میں لے لینا۔^{۳۸}

بغیر عوض کے ملکیتِ نکاح کو باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے چونکہ طلاق رجعی میں زوجیت (ملکیتِ نکاح) باقی رہتی ہے اور نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (اور اس بنا پر نئے نکاح کی ضرورت نہیں رہتی، جس میں نیا مہر یعنی عوض لازم آتا ہے)۔ اس بنا پر رجعت کے معنی یہ ہونے لگے کہ نکاح کی ملکیت کو زائل ہونے سے روکا جائے۔

^{۳۵} بدائع الصنائع، ۱۵۱/۳

^{۳۶} ہدایہ اولین، ص ۳۸۴

^{۳۷} ماخوذ از درمختار بر حاشیہ رد المحتار، ۵۷۴/۲

^{۳۸} یہ تعریف مالکی مذہب کے مطابق ہے (کتاب الفقہ، ۴۲۹/۳)

^{۳۱} کتاب الفقہ، ج ۲، ص ۳۳۸

^{۳۲} درمختار بر حاشیہ رد المحتار، ۶۰۴/۲، کتاب الفقہ، ۲۸۷/۲

^{۳۳} ہدایہ اولین، ص ۳۸۴

^{۳۴} بدائع الصنائع، ۱۵۱/۳

(۴۹) مسئلہ: رجعت کے لئے ضروری ہے کہ: (۱) مطلقہ عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو،
تین طلاق نہ دی گئی ہو۔ (۲) طلاق کسی عوض کے بدلے میں نہ ہو، یعنی وہ مُخلع نہ ہو۔ (۳) طلاق بطور کنایہ
نہ دی گئی، جو کہ بائن ہوتی ہے۔ (۴) عورت غیر مدخولہ نہ ہو۔ (کیونکہ غیر مدخولہ عورت پر سرے سے عدت ہی
نہیں ہے)۔ لہذا ان چاروں صورتوں میں رجعت کا حق باقی نہیں رہتا۔

(۵۰) مسئلہ: جب کوئی شخص اپنی مدخولہ بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے تو اسے عدت
کے اندر رجعت کر لینے (مطلقہ کو لوٹا لینے) کا اختیار باقی رہتا ہے، خواہ عورت رجعت کے لئے راضی ہو یا نہ
ہو۔ جیسا کہ قرآنی حکم (فَإِنْ كُنْتُمْ هُنَّ مُتَعَرِّضِينَ) عدت کے اندر انہیں بھلے طریقے سے روک لو) سے
ظاہر ہوتا ہے۔

(۵۱) مسئلہ: حنفی مذہب کے مطابق رجعت (رجوع کرنے) کے دو طریقے ہیں: (۱) یا تو
صراحت کے ساتھ بیوی سے یوں کہا جائے کہ ”میں نے تجھ سے رجعت کر لی“ یا گواہوں کو مخاطب کر کے کہے کہ
”میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا“ یا ”میں نے اپنی بیوی کو دی ہوئی طلاق واپس لے لی“ وغیرہ۔ دوسرا طریقہ
یہ ہے کہ منہ سے کچھ بولے بغیر عورت سے ہم بستری کر لی، یا اُس کا بوسہ لے لیا، یا اُس کو شہوت کے ساتھ چھو لیا وغیرہ۔
(۵۲) مسئلہ: رجعت کے وقت دو گواہوں کو مقرر کر لینا مستحب ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی کیے
تب بھی رجعت صحیح ہے۔

(۵۳) مسئلہ: عدت گزر جانے کے بعد اگر مرد عورت سے یوں کہے کہ میں نے عدت کے اندر
تجھ سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس کی تصدیق کرے تب تو بات صحیح ہوگی۔ ورنہ اگر عورت انکار کر دے تو
پھر عورت کا قول معتبر ہوگا۔

۳۹ کتاب الفقه، ۳/۳۳۲

۴۰ ہدایہ (اولین)، ص ۳۴۴

۴۱ ایضاً، ص ۳۴۵

۴۲ ایضاً

۴۳ ایضاً

(۵۴) مسئلہ: جب مرد عورت سے یوں کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی (یعنی اپنی
طلاق واپس لے لی) تو اس کے جواب میں بیوی اگر یہ کہے کہ میری عدت پوری ہو چکی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک اس سے رجعت صحیح نہیں ہوگی۔ ہاں اگر عورت کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یہ کہے کہ میری عدت
پوری ہو چکی ہے تو اس صورت میں عورت کی بات کا اعتبار نہ ہوگا (اور رجعت صحیح ہوگی)۔

(۵۵) مسئلہ: جب عورت کو تیسرے حیض میں دس دن پر خون آنا بند ہو جائے تو اس صورت
میں رجعت کا حق باقی نہیں رہتا، اگرچہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو (کیونکہ اس صورت میں عدت پوری طرح ختم
ہو چکی ہے)۔ ورنہ خون آنا اگر دس دن سے پہلے بند ہوا ہو تو اس صورت میں رجعت ابھی باقی سمجھی جائے گی،
جب تک کہ وہ غسل نہ کر لے یا اس پر ایک ناز کا کامل وقت نہ گزر جائے۔ کیونکہ حیض (عموماً) دس دن سے
زیادہ نہیں ہوتا۔ لہذا جب یہ مدت پوری ہو جائے تو عورت کے حیض سے باہر نکلنے ہی عدت ختم ہو جاتی ہے۔ او
یہ مدت دس دن سے کم ہونے کی صورت میں خون پھرے آنے کا احتمال رہتا ہے۔ لہذا اس صورت میں ضروری ہے
کہ خون کے منقطع ہونے کا یقین کر لیا جائے۔

(۵۶) مسئلہ: اگر طلاق بائن ہو مگر تین سے کم ہو تو اس صورت میں مرد اسی عورت سے (جو کہ
بائنه صغریٰ ہے) عدت کے اندر یا عدت گزر جانے کے بعد بھی دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر تین طلاق ہو
چکی ہے (خواہ وہ بیک لفظ ہو یا متفرق طور پر) تو اس صورت میں وہ عورت (جو کہ بائنہ کبریٰ ہو چکی ہے)
اُس کے لئے اُس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح صحیح کر کے صحبت نہ کر لے۔ او
پھر وہ دوسرا شوہر بھی اُسے یا تو (از خود) طلاق دے دے یا مر جائے۔ اور اس مسئلے میں اصل دلیل قرآن کی
یہ آیت ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا۔ اگر وہ

۴۴ ہدایہ (اولین)، ص ۳۴۵، نیز بدائع الصنائع، ۳/۱۸۵

۴۵ بدائع الصنائع، ۳/۱۸۶

۴۶ ہدایہ اولین، ص ۳۴۶، بدائع الصنائع، ۳/۱۸۳

۴۷ ہدایہ، ص ۳۴۹

(تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت اُس کے لئے حلال نہیں رہتی جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح (ہم بستری) نہ کر لے۔ (بقرہ: ۲۳۰)

(۵۷) مسئلہ: جب کوئی عورت طلاق حاصل کرنے کے بعد عدت گزار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے، پھر وہ کسی طرح دوسرے شوہر سے بھی طلاق حاصل کر کے یا اُس کی موت کے بعد عدت گزار کر دوبارہ پہلے شوہر کے نکاح میں آجاتی ہے تو اس صورت میں پہلا شوہر پھر سے تین طلاقیں کا مالک بن جاتا ہے، خواہ اس نے اس سے پہلے (اُس عورت کو) تین طلاقیں دی ہوں یا اس سے کم۔

عدت کا بیان

(۵۸) عدت کے لفظی معنی گنتی کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد عورت کا ایک مقررہ مدت تک انتظار کرنا ہے، جو شوہر کی جانب سے نکاح ختم ہونے کے بعد (رحم کی صفائی کے لئے) اُس پر لازم آتا ہے اور مختصر طور پر اس کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ ”نکاح کے بچے کچے آثار ختم ہونے کی مدت کا نام عدت ہے“۔ مثلاً چونکہ اس میں دن گنے جاتے ہیں اس لئے اس کا نام ”عدت“ پڑ گیا۔ اور عورت پر یہ عدت تین صورتوں میں واجب ہوتی ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ وہ مُطلّقة عورت جس سے صحبت کی جا چکی ہو (خواہ وہ رجعیہ ہو یا بائنہ)۔

۲۔ وہ مُطلّقة عورت جس سے صحبت تو نہیں ہوئی تھی مگر نکاح کے بعد عورت اور مرد کے درمیان ”خلوتِ میحہ“ واقع ہو گئی تھی۔ یعنی دونوں تہنائی میں مل چکے تھے۔ (اس سے بحث نہیں ہے کہ صحبت ہوئی تھی کہ نہیں۔ بلکہ صرف میاں بیوی کی تہنائی کی ملاقات ہی سے عدت ضروری ہو جاتی ہے اور یہ بات بطور احتیاط کے ہے، تاکہ بعد میں نسب کے خلط ملط ہونے کا کوئی شبہ ہی باقی نہ رہے)۔

۳۔ وہ عورت جو بیوہ ہو گئی ہو۔ یعنی جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اُس پر بھی عدت ضروری

ہے۔ مگر مُطلّقة کی عدت اور بیوہ کی عدت میں فرق ہے۔ لہذا ان دونوں کے مسائل بھی الگ الگ ہیں۔

(۵۹) مسئلہ: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق بائن یا طلاق رجعی دے دے اور وہ حیض والی ہو تو از روئے قرآن اُس کی عدت تین حیض ہے۔ (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روک رکھیں۔ (بقرہ: ۲۲۸)

(۶۰) مسئلہ: نابالغ لڑکی یا عرسیدہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت از روئے قرآن تین ماہ ہے: (وَاللَّائِي يَكُونْنَ مِنَ الْمَحْضِيضِ مِنْ نِسَاءِكُمْ إِنْ أَرَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) اور تہماری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہیں اُن کے بارے میں اگر تمہیں شبہ ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے۔ (طلاق: ۴)

(۶۱) مسئلہ: بیوہ عورت کی عدت از روئے قرآن چار ماہ دس دن ہے: (وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور (اپنے بیچے) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روک رکھیں گی۔ (بقرہ: ۲۳۴)

(۶۲) مسئلہ: لیکن بیوہ اگر حاملہ ہے تو اُس کی عدت (بجائے چار ماہ دس دن کے) وضع حل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: (وَأُولَاتُ الْأَحْصَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) اور حل والی عورتوں کی عدت اُن کا وضع حل ہے۔ (طلاق: ۴)

(۶۳) مسئلہ: مُطلّقة عورت اگر آئسہ ہو (یعنی جس کو حیض نہ آتا ہو) اُس نے اگر مہینوں کی گنتی کے اعتبار سے عدت شروع کی، مگر بعد میں اُسے خون آنے لگا، تو اب اُس کی گزری ہوئی عدت فاسد ہو گئی۔ اب اُسے حیض کے اعتبار سے نئی عدت گزارنی ہو گی۔

۱۵۵ ہدایہ (اولین) ص ۴۰۲، بدائع الصنائع ۱۹۳/۳

۱۵۶ و ۱۵۷ د۱۵۵ ایضاً ص ۴۰۳، بدائع الصنائع ۱۹۵/۳-۱۹۶

۱۵۸ ایضاً ص ۴۰۳، بدائع الصنائع ۲۰۰/۳

(۶۳) مسئلہ: اگر کسی عورت کے دو حیض گزرے تھے کہ اتنے میں وہ ”آئشہ“ ہو گئی تو اب وہ مہینوں کے اعتبار سے عدت گزارے گی بشہ یعنی نئے سب سے تین ماہ پورے کرے گی۔

(۶۵) مسئلہ: عدت دالی عورت جب یہ کہے کہ میری عدت پوری ہو گئی ہے مگر شوہر اس کو جھٹلاتا تو اس صورت میں حلف کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا۔

(۶۶) مسئلہ: عدت دالی عورت پر واجب ہے کہ وہ (از روئے قرآن: طلاق ۱) اُسی گھریں اپنی عدت گزارے جو (طلاق کے باعث) جڈائی کے وقت یا شوہر کے مرنے کے وقت اُس کے رہنے کا گھر کہلاتا تھا۔

(۶۷) مسئلہ: کسی اجنبی شخص کو عدت کی حالت میں مطلقہ عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے اور ایسی عورت سے نکاح کرنا ناجائز (حرام) ہے۔ ہاں البتہ خود شوہر نے اگر اپنی عورت کو طلاق بائن دی تھی تو اس صورت میں وہ خود عدت کے اندر اپنی مطلقہ سے نیا نکاح کر سکتا ہے^{۹۵} کیونکہ طلاق بائن ہونے کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا تھا۔

(۶۸) مسئلہ: جس عورت کو اپنے شوہر سے قطعی جڈائی (طلاق بائن یا نخلع کے ذریعہ) مل چکی ہو، یا جو بیوہ ہو چکی ہو، اُسے سوگ منانا واجب ہے، جب کہ عورت بالغہ اور مسلمان ہو۔

(۶۹) مسئلہ: مطلقہ عورت خواہ وہ رجعیہ ہو یا بائنہ، یا تین طلاق والی، عدت کے دوران گھر سے باہر نہیں نکل سکتی، نہ دن میں اور نہ رات میں۔ ہاں بیوہ عورت عدت کی حالت میں دن میں ضرورت کے تحت باہر نکل سکتی ہے مگر رات اُسے اپنے ہی مقام پر گزارنی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو شوہر

۹۵ ہدایہ، ۴۰۴، بدائع ۲۰۰/۳

۹۶ ہدایہ، ۴۰۶

۹۷ ایضاً، ۴۰۸-۴۰۹

۹۸ بدائع الصنائع، ۲۰۴/۳

۹۹ ہدایہ (آؤلین) ص ۴۰۷

کے گھر میں روکنا محلِ ٹہرنے کی صورت میں اثباتِ نسب کی غرض سے ہے۔ لہذا ایسی عورت جب باہر نکلے گی تو شوہر کو شبہ ہو سکتا ہے اور محلِ ثابت ہرنے کی صورت میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے جو جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے۔ اور بیوہ عورت کو دن میں باہر نکلنے کا جواز اس بنا پر ہے کیونکہ شوہر کے مرجعہ کی وجہ سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور وہ اپنے معاشی مسئلے کو حل کرنے کی خود ذمہ دار ہے (جب کہ اُس کا کوئی قریبی عزیز موجود نہ ہو)۔ لہذا اگر وہ تنگ دست ہے تو اس صورت میں اپنی روٹی کی تلاش میں صرف دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے۔

(۷۰) نوٹ: بیوہ کا نفقہ اس وجہ سے ساقط ہوتا ہے کیونکہ اُسے شوہر کی میراث میں حصہ ملتا ہے۔ لہذا اگر شوہر نے مال و متاع اور جائیداد چھوڑی ہے تو شریعت نے اُس کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ اُسے ملے گا۔ اور اس میں سے وہ اپنی عدت کے دوران خرچ کرے گی اور اگر کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے تو اُس کا نفقہ اُس کے دیگر قریبی رشتہ داروں پر عائد ہوگا۔ اور اگر رشتہ دار بھی نہ ہوں تو تب وہ اپنے معاشی مسئلے کو حل کرنے کی غرض سے دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے۔ مگر چونکہ مطلقہ عورت کا نفقہ ہر حالت میں شوہر پر واجب رہتا ہے اس لئے مطلقہ کو عدت کے دوران اپنے مقام سے باہر نکلنا سخت منع اور حرام ہے۔ کیونکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کی کھلی جُورنی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاف صاف فرماتا ہے کہ نہ تو شوہر عدت کے دوران اپنی مطلقہ عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور نہ خود مطلقہ عورتیں ہی اپنے گھروں سے نکلیں۔ (یعنی اُن کے شوہروں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جو اُن کی مستقل رہائش گاہیں کہلاتی تھیں اور جہاں پر ان کو طلاق دی گئی تھی):

لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ
اور تم مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے (جن میں وہ رہتی آئی ہیں) مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں، ہاں جب کہ وہ کلمہ کھلا کوئی بے حیائی کا کام نہ لیں (اُس وقت اُن کا اخراج جائز ہوگا)۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ اپنے حق میں ظالم ہوگا۔ (طلاق ۱۰)

اس آیت کریمہ کی مزید تشریح و تفسیر اگلے باب میں آئے گی۔ لہذا اس مسئلے کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا

چاہئے۔ کیونکہ آج کل مسلمان طلاق کے باب میں سخت بے اعتدالی اور غدار کی کھلی ٹھوٹی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔
 اول تو بیک وقت تین طلاق دینا ہی سخت گناہ کا کام ہے اور پھر اس کے بعد دوسرا بدترین گناہ اور شرعی
 جرم یہ ہے کہ ایسے لوگ طلقہ عورتوں کو طلاق کے فوراً بعد کان پکڑ کر گھر سے باہر نکال دیتے ہیں۔ یہ کیلہ انتہائی
 جاہلانہ حرکت اور سنگین جرم ہے جس کا تدارک ہونا چاہئے۔

۲۰ فروری قعدہ ۱۴۰۸ھ

طلاق اور عدت کے مسائل قرآن مجید کی روشنی میں

قرآنی احکام میں اجمال اور اس کی حکمت

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید ایک حد درجہ مختصر اور بلیغ کلام ہے، جس میں تمدن
 و معاشرت کے سارے اصول و احکام مذکور نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں چند ضروری اور بنیادی نکات کا بیان
 موجود ہے، جو شریعت و قانون کے اساسی تصورات اور ربانی حکمت و فلسفے کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس
 اعتبار سے قرآنی دفعات CLAUSES کی حیثیت ایک دستور اساسی کی سی ہے، جس کی تشریح و تفصیل حدیث
 رسول میں کی گئی ہے۔ اور ان احکام و مسائل کی مزید تنقیح و توضیح فقہائے اسلام نے شریعت کے تفصیلی دلائل
 کے ساتھ باب وار بیان کی ہے۔ اور اس طریقہ کار میں بہت بڑی حکمت و دانش مندی کا مظاہرہ دکھائی دیتا
 ہے، جس کی وجہ سے اسلامی فقہ و قانون ISLAMIC LAW دنیا کے تمام قوانین و شرائع میں متاثر نظر
 آتا ہے۔ کیونکہ عقلی و استدلالی حیثیت سے اس میں جس وقت نظر اور دقیقہ سخی کا ثبوت دیا گیا ہے وہ انسانی
 عقل کو ہر دور میں صیقل کرنے والی اور اس کی دانش مندی کو ہمیز لگانے والی ہے۔ اور اس سے زیادہ کا تصور
 حد بشریت سے باہر ہے۔

غرض قرآن حکیم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابدی آیات میں طلاق، طلع اور عدت کے
 مسئلے میں بعض بنیادی مسائل کی توضیح بطور مثال مذکور ہے، جن میں حد درجہ ابہام ہے۔ (اور یہی حال دیگر
 تمام احکام و مسائل کا بھی ہے)۔ اور یہ تشریعی (قانونی) امور کی اکثر و بیشتر خصوصیت ہے۔ اور اس ابہام و
 اجمال میں حکمت یہ ہے کہ رسول اپنے قول و فعل کے ذریعہ ان کی تفسیر کرے۔ اس اعتبار سے قرآن کی حیثیت ایک
 دستوری متن کی سی ہے اور سنت رسول کی حیثیت اس کی شرح و تفسیر کی سی۔ اور یہ دونوں چیزیں دین میں
 اساسی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی تعمیل ہر دور والوں کے لئے فرض و واجب ہے۔

نیز قرآنی احکام میں ہر درجہ اجمال و ابہام کی ایک بہت بڑی حکمت و مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت تک ہر دور کی قانون سازی کے لئے صالح بنیاد کی حیثیت رکھنے والے ہوں اور ان کا اساسی مفہوم کسی بھی دور میں بدلنے نہ پائے، خواہ زمانہ قانونی و فقہی اعتبار سے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آیات و احکام انتہائی لچکدار نظر آتے ہیں اور ان سے ہر دور کے تقاضے کے مطابق نئے نئے مسئلوں کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ چیز قرآن مجید کی ابدیت اور اُس کے بن جانب اللہ ہونے کی دلیل ناظر ہے، جو کسی انسانی کلام میں ہرگز نہیں پائی جاسکتی۔ اور یہ امتیازی خصوصیت آج دنیا کے موجودہ مذہبی صحیفوں میں سوائے قرآن مجید کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس اعتبار سے قرآن مجید دنیا کا سب سے زیادہ انوکھا اور ممتاز ترین صحیفہ ہے۔

قرآن سے جُزئی مسائل کا استنباط

اس وقت طلاق اور عدت کے احکام و مسائل سے متعلق جو قرآنی آیات ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں ان کے ملاحظہ سے دو واضح حقیقتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلی حقیقت یہ کہ ان آیات میں اجمال ہونے کے باوجود حیرت انگیز طور پر جامعیت نظر آتی ہے۔ یعنی طلاق اور عدت سے متعلق کوئی بھی اہم قانونی نکتہ قرآن کی نظر سے اوجھل ہونے نہیں پایا ہے جو یقیناً خدائی علم و حکمت کا مظہر ہے۔ بلکہ ان مختصر آیات کے ذریعہ اس باب کا ایک پورا نقشہ و خاکہ متعدد قانونی نکتوں کے ساتھ سامنے آجاتا ہے جو اساسی اور بنیادی نوعیت کے ہیں۔ اور ان کی حیثیت کلیتہً کی سی ہے، جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے بے شمار جزئیات کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی تفصیل میں دفتروں کے دفتر سیاہ کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس کی ایک واضح مثال ایک اندلسی عالم ابو عبد اللہ محمد انصاری قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) کی لکھی ہوئی تفسیر ہے، جو امام قرطبی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کی تفسیر ”الجامع لأحكام القرآن“ بیس جلدوں میں ہے جو احکام قرآن کے بارے میں بہت مشہور و مقبول ہے۔ اور یہ زیادہ تر ”تفسیر قرطبی“ کے نام سے جانی جاتی ہے، جو فقہائے مفسرین کے اقوال، فقہی مکاتب فکر، اُن کے عزائم و استنباط اور اُن کے دلائل کو سمجھنے کے واسطے ایک مستند اور بے نظیر چیز ہے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب میں قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں زیادہ تر استفادہ اسی سے کیا گیا ہے۔ اسی طرح احکام قرآن کے باب میں امام رازی کی تحریر کردہ تفسیر کبیر میں بھی مختلف فقہی مسلکوں اور اُن کے دلائل کی تفصیلات سلجھے ہوئے انداز میں مذکور ہیں۔ زیر نظر بحث میں

ان دونوں تفسیروں سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے اور ان کے حوالے دئے گئے ہیں، جس طرح کہ دیگر تفسیروں سے بھی استفادہ کرتے ہوئے ان کے حوالے دئے گئے ہیں۔

اسلام عورت کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے

اور ان احکام و مسائل کے ملاحظہ سے دوسری سب سے بڑی حقیقت جو واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں عورت کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ دنیا کے دیگر مذاہب کے غیر منصفانہ رویہ کے برعکس وہ اس کو زور اور مظلوم ہستی کی قدم قدم پر دستگیری اور اشک شونی کرتا ہے۔ اور اس کے سماجی مرتبے کو بلند کرتے ہوئے نہایت درجہ باوقار طور پر وہ تمام انسانی حقوق عطا کرتا ہے جن کو دیگر مذاہب نے پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ اسلام نے اگرچہ مرد کی برتری کو فطری اعتبار سے ضرور تسلیم کیا ہے، مگر وہ اس کے باوجود عورت کے احترام اور اُس کی عزت نفس میں کسی قسم کی کمی کی ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ جہاں جہاں بھی اُس کے حقوق یا مال ہونے کا خدشہ ہو وہاں پر وہ پوری فراخ ولی کے ساتھ عورت کے حقوق کی رعایت کرتا ہے۔

چنانچہ طلاق اور عدت ہی کے مسائل میں دیکھ لیجئے کہ طلاق کا اختیاء عقلی و فطری اعتبار سے صرف مرد کو دینے کے باوجود عورت پر کسی قسم کے ظلم یا زیادتی کو روا نہیں رکھا۔ بلکہ خود اُسے بھی طلع حاصل کرنے کا حق دیا ہے، جب کہ مرد کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو رہی ہو۔ نیز اس کے علاوہ عورت کو اور بھی بہت سی رعایتیں دی ہیں اور مردوں کو تاکید ہے کہ وہ مُطلّقة عورتوں تک سے بہتر سلوک اور شرافت کا مظاہرہ کریں اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ بہر حال اسلام مردوں کو عورتوں کے ساتھ نرمی اور مروت کا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے اور انہیں مڑھٹکارنے یا اُن کے ساتھ سختی کرنے سے منع کرتا ہے۔

طلاق کی وجہ سے جب میاں بیوی کے تعلقات انتہائی کشیدہ رہتے ہیں، تو ایسے موقعوں پر اسلام نے عورتوں کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا، بلکہ مردوں ہی کو کُھن اخلاق اور شرافت کے ساتھ پیش آنے پر ابھارتا ہے۔ اور قرآن میں جگہ جگہ خطاب بھی اس سلسلے میں مردوں ہی سے کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنی فطری و جسمانی کمزوری کی بنا پر ہر حال میں قابلِ معافی ہے۔ وہ دھتکارے جانے کے لئے نہیں بلکہ پیار و

محبت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگرچہ قصور عورت ہی کی طرف سے ہو تب بھی وہ رعایت کی مستحق ہے۔ کیونکہ وہ انسانی تمدن و معاشرت کا مرکز و محور ہے۔ مرد کا سکون قلب اُسی کی بدولت اور باغ انسانی کی زینت اُسی کے دم سے ہے۔ لہذا وہ ہر حال میں قابلِ معافی اور رعایتوں کی مستحق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام طلاق اور عدت کے مواقع پر جگہ جگہ اس کمزور بہن کو رعایتوں پر رعایتیں دیتا نظر آتا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کے ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم یا زیادتی کو رد نہیں رکھتا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کی ان تاکیدوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی عورتوں کا پورا پورا احترام کریں اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی نہ کریں، اگرچہ موقع طلاق ہی کا کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسے موقعوں پر انہیں شرافت و اخلاق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ان کی مردانگی اور شہنشاہی اخلاق کے امتحان کا موقع ہے۔ بلکہ زیادہ مناسب تو یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی مردوں کو فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورتوں کو کچھ بے دلا کر اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔

۱۔ طلاق اور خلع کے احکام و مسائل

اس تہید کے بعد اب طلاق و خلع اور عدت کے بارے میں قرآن مجید میں جو احکام و مسائل مذکور ہیں ان کی مُستند کتب تفاسیر کی روشنی میں مختصر شرح و تفسیر کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآن مجید کے چھ (۶) مقامات کا انتخاب کیا گیا ہے، جن کو نمبر وار بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہر مسئلے کو ایک الگ عنوان دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ مسائل اچھی طرح عوام کے ذہن نشین ہو جائیں۔

① اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ ۖ فَاِمَسَاكِ ۖ مَعْرُوفٍ ۖ اَوْ تَسْرِیحٍ ۖ بِاِحْسَانٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا بِمَا اَتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَخُفَا اَلَا يَعْصِيَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ يَخِفْتُمْ اَلَا يَعْصِيَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فَاِذَا تَفَتَّدَتْ بِهٖ ۚ يَتْلُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ (۲۲۹) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتّٰى تَشْكَلَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَتَرَاجَعَا اِنْ طَلَّآ اَنْ يَّتَقِيَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

يَعْلَمُوْنَ (۲۳۰) فَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَجَلٌ ۚ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوْا اَنْعَمَتِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ۚ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْنَكُمْ مِنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۲۳۱) وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَجَلٌ ۚ فَلَا تَفْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَتَّخِذْنَ اٰزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَآءُوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ ذٰلِكَ يُوعِظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذٰلِكُمْ اَنْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ ۚ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۳۲) (بقرہ: ۲۲۹-۲۳۲)

ترجمہ: طلاق دوبارہ ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح (مطلقہ عورت کو) روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔ اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکے کا اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان اس طرح معاملہ ہو جائے جس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر طلاق (خلع) حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کریں گے تو وہ ظالم ہوں گے۔ (۲۲۹) پھر اگر (دوبار طلاق دینے کے بعد شوہر نے بیوی کو تیسری بار) طلاق دے دی تو پھر وہ عورت اُس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہ ہو جائے۔ پھر وہ (دوسرا شخص) اُس عورت کو طلاق دے دے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے تو ان کے لئے پھر سے رجوع کر لینے (دوبارہ نکاح کر لینے) میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لئے واضح کرتا ہے۔ (۲۳۰) اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو اس صورت میں یا تو بھلے طریقے سے انہیں روک لو یا بھلے طریقے سے انہیں رخصت کر دو۔ محض ستانے کی غرض سے انہیں روکے نہ رکھو۔ اور جو کوئی

ایسا کرے گا تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات و احکام کو کھیل نہ بناؤ۔ بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کیسی (عظیم) نعمت سے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اُس نے تم پر اتاری ہے اس کا احترام ملحوظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ کو (اپنے بندوں سے متعلق) ہر بات کی خبر ہے۔ (۲۳۱) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکے اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر ان کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو کہ وہ اپنے (زیر تجویز) شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم مُناکحت پر راضی ہوں۔ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ اس قسم کی حرکت نہ کرو، اگر تم کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو۔ تمہارے لئے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ اس سے باز رہو۔ اللہ (ان باتوں کی مصلحتوں کو خوب) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (کیونکہ تمہارا علم محدود ہے) (۲۳۲)

شرعی احکام و مسائل

ان آیات کریمہ میں اصلاح معاشرہ کے لئے چند بہترین احکام دئے گئے ہیں اور طلاق کی حالت میں بھی مرد اور عورت دونوں کے حقوق کی نگہداشت کی گئی ہے۔ خاص کر عورت کے حقوق کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھا ہے۔ چنانچہ طلاق کے واقعہ سے اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گویا مرد کا ایک طرف اقدام ہے، مگر اس صورت میں بھی اسلام نے عورت کی فطری ساخت کا لحاظ رکھتے ہوئے جس طرح قدم قدم پر اُس کے حقوق کی نگہداشت کی ہے اور مختلف حیثیتوں سے مرد پر بندشیں عائد کرتے ہوئے عورت کے ساتھ نرمی و ملامت کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ان آیات میں مردوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ وہ عورتوں پر ظلم و زیادتی نہ کریں اور اللہ کی حدوں کو نہ توڑیں؛ ایک دوسرے کے حقوق کو پامال نہ کریں اور احکام الہی کو مذاق نہ بنائیں۔ بلکہ اللہ اور یوم آخرت کا خوف کرتے ہوئے ان احکام پر پوری ایمانداری کے ساتھ عمل کریں۔ یہ آیات قانون اور وعظ و نصیحت دونوں کے امتزاج کا بڑا حسین نمونہ ہیں۔

غرض اسلام نے عورت کو جتنے حقوق دئے ہیں اور قدم قدم پر جس طرح اس کے ساتھ رعایت کی ہے اس سے زیادہ کا تصور بھی ہمیں دیگر مذاہب میں نہیں ملتا۔ اسلام نے اگر مردوں کو طلاق کا حق دیا ہے تو

عورتوں کو بھی نفع حاصل کرنے کا حق دیا ہے کہ اگر مردوں کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو رہی ہو تو عدالت یا شرعی پنچایت وغیرہ سے رجوع کر کے وہ ”قُلْع“ کے ذریعہ قانونی طور پر معاہدہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے جس کا اجمالی تذکرہ ان آیات میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورت کو اور بھی بہت سی رعایتیں دی ہیں اور بہت سی خرابیوں کا سد باب کیا ہے۔ بہر حال ان آیات سے متنبہ ہونے والے چند اہم احکام و مسائل کی تشریح نمبردار کی جاتی ہے۔

۱۔ رجعت کا حق صرف دو تک ہے

عرب جاہلیت میں رواج تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور جب چاہتا اس کو اپنے نکاح میں لوٹا لیتا۔ اس ظلم کی وجہ سے عورتوں کی زندگی دو بھر ہو گئی تھی۔ بسے اسلام نے اس ظلم کو مٹانے کے لئے مرد کو صرف دو طلاقوں کا حق دیا ہے جس کے بعد وہ اپنی منکوحہ عورت کو دوبارہ نکاح کئے بغیر لوٹا سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ تیسری طلاق دے دے گا تو عورت اس سے مستقل طور پر جدا ہو جائے گی۔

چنانچہ اس آیت کا سبب نزول مشہور قول کے مطابق یہی ہے کہ یہ طلاق رجعی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ دو در رسالت میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ میں نہ تو تجھے اپنی گھر والی بنا کے رکھوں گا اور نہ تجھے پوری طرح آزاد ہی کروں گا، جس کے باعث تو دوسرا نکاح کر سکتے۔ اس پر بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اُس نے کہا کہ میں تجھے طلاق دوں گا، مگر جب تیری عدت پوری ہونے کو آئے تو تجھے لوٹا لوں گا۔ (اور عمر بھر تیرے ساتھ ہی طریقہ اختیار کرتا رہوں گا، جس کی وجہ سے تو مُعلق ہو کر رہ جائے گی)۔ تب اُس عورت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی، اور حضرت عائشہؓ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ طلاق دینے کے بعد رجوع کرنے کا حق صرف دو بار تک ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں جو طریقہ رائج تھا وہ منسوخ ہے۔

نیز حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس آیت کریمہ میں دراصل

طلاق کا سنت طریقہ بتایا گیا ہے۔ یعنی جو شخص اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے چکا ہو وہ تیسری طلاق سے باز آئے۔ امام قرطبی ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان دونوں معنوں کی حامل ہو سکتی ہے۔

طلاق سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دی جائے۔ یعنی یہ طلاق متفرق ہو، یکبارگی نہ ہو۔ اور یہ تفسیر اس قول کے مطابق ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہے۔

۲۔ اثبات رجعت میں حکمت الہی

امام رازی تحریر کرتے ہیں کہ اثبات رجعت میں حکمت یہ ہے کہ انسان جب تک اپنی شریک حیات کے ساتھ رہتا ہے اُسے اس بات کا احساس نہیں رہتا کہ کیا اپنی شریک حیات کی جدائی اُس پر شان گذر سکتی ہے یا نہیں؟ لیکن جب وہ اُس سے جدا ہو جاتی ہے تب اُسے اس کا صحیح احساس ہوتا ہے۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی طلاق کو ناقابلِ رجوع قرار دے دیتا تو انسان کے لئے یہ مشقت بہت سخت ہو جاتی۔ کیونکہ بیوی کی جدائی کے بعد ہی اُس کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے چونکہ یہ تجربہ ایک طلاق سے پورا نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جدائی کے بعد مراجعت کا حق دو طلاقیں تک باقی رکھا ہے۔ کیونکہ دو تک انسان کو اس جدائی کا اچھی طرح تجربہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سلسلے میں اپنے دل کا حال معلوم کر سکتا ہے۔ پھر اگر اُسے عورت کو روک لینا اور طلاق سے رجوع کر لینا ہی بہتر معلوم ہو تو وہ (دو طلاقیں کے بعد) معروف طریقے سے اُسے روک لے گا۔ ورنہ دوسری عورت میں اگر اُسے چھوڑ دینا ہی مناسب نظر آئے تو وہ بہتر طریقے سے اُسے چھوڑ دے گا۔ تو اس طرح درجہ بدرجہ اقدام اور ترتیب کاری بندے پر اللہ تعالیٰ کی کامل درجہ کی رحمت و مہربانی پر دلالت کرتی ہے۔

۱۲۶/۳ تفسیر قرطبی

۱۲ تفسیر ابن جوزی، عبدالرحمان ابن جوزی، ۲۶۳/۱، مطبوعہ دمشق

۱۳ تفسیر کبیر، از امام رازی، ۹۶/۶، مطبوعہ مدینہ، طہران

۱۴ ایضاً ۹۸/۶

یہ ہے اسلامی ضابطہ کی رُو سے ایک ایک کر کے طلاق دینے کی حکمت و مصلحت، جس کو صحیح طور پر برتتے کے بعد انسان ندامت و پشیمانی سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ اُسے اس عرصے میں کامل غور و فکر کرنے اور صحیح قدم اٹھانے کا موقع حاصل رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ بیک وقت تین طلاق دے دیتا ہے تو یہ سارے فوائد یکجہت ختم ہو جاتے ہیں اور غور و فکر کا موقع ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی وجہ سے اسلامی مشریت میں بیک وقت تین طلاق دینا سخت گناہ کا باعث ہے۔ بعض ائمہ اسے مکروہ و ناجائز اور بعض حرام کہتے ہیں۔

غرض یہ صرف اسلامی قانون ہی کی خصوصیت ہے کہ بیوی کو طلاق دے چکے کے بعد بھی رجوع کرنے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دی ہوئی طلاق کو واپس لے کر مطلقہ کو دوبارہ بیوی بنانے کا حق پوری طرح باقی رہتا ہے۔ ورنہ دنیا کے دوسرے کسی بھی مذہب اور کسی بھی قانون میں یہ خصوصیت پائی نہیں جاتی۔ بلکہ اس کے برعکس جب ایک بار طلاق ہو جاتی ہے تو پھر ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی قانون دنیا کا انوکھا اور برتر قانون ہے، جو اُس کے من جانب اللہ ہونے کی بھی ایک دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انوکھا قانون آسمانی مذاہب کی تکمیل کرنے والا اور ایک پراز حکمت قانون ہے، جس میں نہ تو عورت کو ضرر پہنچتا ہے اور نہ ہی مرد کو مشر مندہ ہونا پڑتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس قانون کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

۳۔ طلاق ایک ایک کر کے دی جائے

آج کل لوگ جہالت کی بنا پر بیک ساتھ تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں۔ یہ بہت سخت گناہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت کی ہے۔ حضرت عمرؓ تو ایسے شخص کو جو اپنی بیوی کو بیک ساتھ تین طلاقیں دیتا تھا دُڑے لگایا کرتے تھے۔ اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے یہ طریقہ آج بھی مسلم ملکوں میں رائج کرنے کی ضرورت ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے والوں کی خبر دُڑوں سے لی جائے۔ ورنہ یہ مذموم طریقہ ختم نہیں ہو سکتا۔

طلاق دینے کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ یا تو عورت کو طہر کی حالت میں محبت کے بغیر صرف ایک

۱۵ شرح معانی الآثار ۳۸/۲، مصنف عبدالرزاق ۳۲۲/۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۵

طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے (جسے طلاقِ آسن کہتے ہیں) 'یا تین مہینوں میں تین طلاق ایک ایک کر کے دی جائے (جسے طلاقِ حسن کہا جاتا ہے)۔ یعنی ہر مہینہ ایک طلاق ایسی حالت میں دی جائے جب کہ عورت کی ماہواری کے دن نہ ہوں اور اس دوران اُس نے بیوی سے صحبت نہ کی ہو۔ اس طریقے پر مرد جب دو طلاقیں دے چکا ہو تو اس کو تیسری طلاق دینے سے پہلے عورت کو لوٹا لینے کا حق باقی رہتا ہے۔ اس کا تذکرہ پہلی آیت میں "طلاق دوبارہ" کے الفاظ کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ (۲۲۹)

غرض یہ آیتِ کریمہ ان دونوں قسم کی طلاقوں کی حامل بن سکتی ہے۔ کیوں کہ ان دونوں میں قرآنی الفاظ "الطَّلَاقِ مَتَّحَاتٍ" (طلاق دوبارہ) کے مطابق الگ الگ طور پر طلاق دینے کا ضابطہ پورا ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر "طلاق دوبارہ" کہنے کا تقاضا ہے کہ یہ دونوں طلاقیں الگ الگ ہوں، یکبارگی نہ ہوں۔ ورنہ گناہ لازم آئے گا اور خدا کی نافرمانی ہوگی۔

۴۔ تین طلاق کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو شرعی طریقے کے مطابق ایک یا دو طلاق (حالتِ طہر میں ماہانہ ایک ایک کے حساب سے) دے دیں، مگر رجوع نہیں کیا یہاں تک کہ عورت کی عدت گزر چکی تو اب مرد کو رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا۔ اور ایسی عورت کو "باشن" یا "بائنہ مغری" کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح سے آزاد ہو گئی اور اُس پر حقِ زوجیت باقی نہیں رہا۔ اس صورت میں دوبارہ ملاقات کے لئے پھر نئے سرے سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ لیکن اگر تیسرے طہر میں تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر شوہر کو رجوع کرنے کا حق سرے سے باقی ہی نہیں رہتا۔ اور بغیر حلالے کے ان دونوں کا دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب تک کہ کوئی دوسرا شخص اس عورت کو اپنے نکاح میں لے کر بس سے ہم بستری نہ کر لے۔ اس کا تذکرہ آیت ۲۳۰ کے اس فقرہ میں کیا گیا ہے: "پھر شوہر نے اگر عورت کو تیسری بار طلاق دے دی تو وہ عورت اُس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ اُس کا نکاح دوسرے شخص سے نہ ہو جائے" یعنی جب تک کہ دوسرا شخص اُس سے صحبت نہ کر لے۔ واضح رہے کہ لفظ نکاح کے اصل معنی جملہ یعنی صحبت کرنے کے ہیں۔ اور مجازاً یہ لفظ عقدِ نکاح کے لئے بولا جاتا

ہے۔ اس لحاظ سے "حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ" کی رو سے دوسرے شوہر سے ہم بستری ضروری ہے۔ امام لازمی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ "تَنْكِحَ" صحبت پر اور لفظ "زَوْجاً" عقدِ نکاح پر دلالت کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے حلالے کے لئے یہ دو بنیادی شرطیں ہیں۔ اس کی مزید تشریح اگلے مباحث میں مذکور حدیثوں سے بخوبی ہو جائے گی۔

اس آیتِ کریمہ (۲۲۹) کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق یکبارگی نہیں بلکہ الگ الگ دینا چاہئے۔ مگر دو طلاقوں کے درمیان کتنا وقفہ ہو؟ یہ بات اس آیت سے یا قرآن کی کسی بھی دوسری آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے صرف مجزؤ تفریق یعنی الگ الگ طلاق دینے کا اثبات ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اس کی شرح حدیثوں سے ہوتی ہے کہ دو طلاقوں کے درمیان کم از کم ایک مہینے کا وقفہ ہونا چاہئے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی غیر شرعی طور پر بیک وقت دو یا تین طلاقیں دے دے یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایک ایک طلاق دے دے (جس سے قرآنی لفظ "دوبار" کا تقاضا بخوبی پورا ہو سکتا ہے) تو کیا ہوگا؟ تو اس مسئلے میں صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ اس طرح بیک وقت یا ایک ہی مجلس میں (تھوڑے تھوڑے وقفے سے) تین طلاق دینا سخت گناہ کا باعث بلکہ حرام ہے۔ مگر جب کوئی شخص اس کا مرتکب ہو جائے تو پھر یہ فعل اپنی جگہ پر لغویاً اہل نہیں ہوگا، بلکہ واقع ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگلے مباحث سے ظاہر ہوگا۔

۵۔ بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کریں گے تو وہ ظالم ہوں گے؟"

مطلب یہ کہ یہ اللہ کے مقرر کردہ شرعی قواعد و ضوابط ہیں۔ ان کی خلاف ورزی مت کرو۔ چنانچہ حدیث میں بطور تفسیر مذکور ہے: "اللہ نے چند حدود مقرر کی ہیں۔ تم ان سے آگے مت بڑھو۔ اور اُس نے چند فرائض بیان کئے ہیں انہیں ضائع مت کرو۔ اور چند چیزوں سے منع کیا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو۔"

اور چند چیزوں کے بارے میں تمہارے ساتھ رحم دلی کے طور پر بنیہر کسی بھول کے خاموشی اختیار کی ہے۔ لہذا تم ان کے بارے میں (خواہ مخواہ) سوال مت کرو (ورنہ کسی مشکل میں پڑ جاؤ گے)۔

اس آیت (۲۲۹) سے مالکی مذہب والوں نے استدلال کیا ہے (دلیل پکڑی ہے) کہ بیک لفظ تین طلاق دینا حرام ہے۔ اور ان کے نزدیک صرف ایک طلاق دینا ہی سنت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”طلاق دوبارہ ہے“ پھر اس کے بعد فرماتا ہے۔ ”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں گے تو وہ ظالم ہوں گے“ نیز یہ لوگ محمود بن لبیدؓ کی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت تین طلاق دینے والے ایک شخص پر اپنی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس حدیث کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۶۔ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں

نیز اس استدلال کی رُو سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا اگرچہ حرام ہے مگر ایسی طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ کیونکہ ظالم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ پڑ گئیں۔ ورنہ اس ارتکاب کے باوجود کوئی شخص ظالم نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کہنے سے یہ آیت قرآنی بے معنی ہو جاتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص ظلم کرے گا وہ ظالم کہلائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص ظلم کرنے کے باوجود ظالم نہ کہلائے۔ جس طرح کہ کوئی شخص قتل کرنے کے باوجود قاتل نہ کہلائے، گناہ کرنے کے باوجود گنہگار نہ ہو، چوری کرنے کے باوجود چور نہ بنے۔ وقس علی ذلک۔ اس طرح کہنا خلاف عقل ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کریمہ کا:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ : یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں، تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں گے تو وہ ظالم ہوں گے۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے وہ واقع نہیں ہوتی یا صرف ایک واقع ہوتی ہے وہ دیکھیں کہ ان کا قول کہاں تک صحیح ہے اور وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ نیز مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ

نے ایک دوسری آیت کریمہ سے بھی تین طلاق کے وقوع پر قطعی اور مسکت انداز میں استدلال فرمایا ہے۔ یعنی از رُوئے قرآن بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس کی تفصیل اگلے باب میں حدیث ۱۷ کے تحت ملے گی۔ ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید سے قطعی طور پر تین طلاقیں کے وقوع کا ثبوت مل جائے تو پھر اس مسئلے میں چٹان و چٹپٹ کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی اور اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔

۷۔ جہالت کی بنا پر دی ہوئی طلاقیں بھی پڑ جاتی ہیں

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں تو اب اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ خواہ وہ جان بوجھ کر دی گئی ہوں یا جہالت کی بنا پر اور انجانے میں، وہ ہر حال میں واقع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اُس نے کل رات اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا بیک وقت؟ اُس نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ تم سے جدا ہو جائے؟ اُس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات ایسے ہی ہوگی جیسے تم نے کہا ہے۔ یعنی اب وہ جدا ہو چکی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھو اللہ نے طلاق کا معاملہ کھول کر بیان کر دیا ہے۔ تو اب جس نے اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دی تو یہ صورت اللہ نے واضح کر دی ہے۔ مگر جو اس معاملے میں گڑبڑ کرے گا تو ہم اس کی ہلاک اس کے سر باندھ دیں گے۔ اس لئے معاملات کو اس طرح نہ الجھاؤ کہ اس کی وجہ سے ہم کسی مشکل میں پڑ جائیں۔

محدث بیہقی نے مسلم بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمدؓ سے کہا کہ لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جس نے جہالت کی بنا پر تین طلاق دے دیں تو انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور انہیں ایک قرار دیا جائے گا۔ اور وہ اس کی روایت آپ سے کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا معاذ اللہ! یہ ہمارا قول نہیں ہے۔ (بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ) جس نے تین طلاق دے دی تو یہ بات اُسی طرح ہوگی جس طرح کہ اُس نے کہا ہے۔

نیز یہ بتی نے ایک اور روایت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، جس کے مطابق انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق خواہ جہالت کی بنا پر دے یا جان بوجھ کر دے وہ اس سے بری ہوگئی۔

۸۔ تین کو ایک قرار دینا اصلاً شیعوں کا مسلک ہے

اوپر مذکور آخر کی دو حدیثوں میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت جعفر صادق (۸۰ - ۱۴۸ھ) ہیں جن کو شیعہ اپنا امام مانتے ہیں۔ مگر ان دونوں حدیثوں سے شیعوں کا بول بجزی کھل جاتا ہے کہ وہ جھوٹ موٹ حدیثیں گھڑ کر انہیں اپنے اماموں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مگر بعد کی تحقیق سے ان کے جھوٹ اور مکر و فریب کا پردہ چاک ہو جاتا تھا۔ بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی بات دراصل شیعوں کی چلائی ہوئی ہے جو بالکل بے اصل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کا عمومی مسلک یہ ہے کہ یک وقت تین طلاق دینے سے ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔^{۱۵} مگر بعض شیعہ فرقوں کے نزدیک اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔^{۱۶} لہذا یہ مسلک اصلاً شیعوں ہی کا چلایا ہوا اور انہیں کا پھیلا یا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۹۔ نکاح ثانی میں صحبت ضروری ہے

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے (خواہ وہ اکٹھا ہوں یا الگ الگ) تو وہ اس پر اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک کہ سب ذیل پانچ شرائط پوری نہ ہو جائیں: وہ عورت عدت گزارے گی۔ (۲) دوسرا نکاح کرے گی۔ (۳) دوسرا شوہر اس سے ہم بستری کرے گا۔ (۴) پھر وہ از خود طلاق دے گا۔ (۵) پھر اس کے بعد وہ دوسرے شوہر کی عدت گزارے گی۔^{۱۷} جب یہ پانچ شرطیں پوری ہو جائیں تو پھر وہ پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے، جب کہ وہ

^{۱۵} بیہقی، منقول از تفسیر درمنثور ۲۸۰/۱

^{۱۶} بدائع الصنائع، از امام کاظمی، ۹۶/۳، مطبوعہ کراچی

^{۱۷} ابن تیمیہ، از شیخ ابو زہرہ مصری، ص ۴۲۶، مطبوعہ مصر، ۱۹۷۷ء

^{۱۸} تفسیر کبیر ۱۰۴/۶

اُس سے دوبارہ نکاح پر راضی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن کا حکم اور فیصلہ اجمالی طور پر اوپر گزر چکا ہے۔ اب رہا حدیثوں کا معاملہ تو ان میں اس حقیقت کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد دوسرے شوہر کا اُس عورت سے صحبت کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وہ پہلے کے لئے حلال نہیں ہوگئی۔ مثلاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو اُس نے دوسرا نکاح کر لیا۔ مگر دوسرے شوہر نے بھی اُسے طلاق دے دی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ عورت پہلے کے لئے حلال ہوگئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں، جب تک کہ وہ اُس عورت کی مٹھاس چکھ نہ لے جس طرح کہ پہلے نے چکھا ہے۔^{۱۸} (یہاں پر مٹھاس چکھنے سے مراد ہم بستری ہے)۔ ایک دوسری حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے مذکور ہے کہ رفاعہ قُرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ رفاعہ نے انہیں قطعی طلاق (تین طلاق) دے دی ہے، پھر کہا کہ میں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کر لیا ہے، مگر عبدالرحمان کے پاس جو کچھ ہے وہ کپڑے کے پھندے کی طرح ہے جو ابھی بنانا نہ گیا ہو (مطلب یہ کہ وہ نامرد ہیں)۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم پھر سے رفاعہ کے پاس لوٹ جانا چاہتی ہو! مگر نہیں یہ بات اُس وقت تک نہیں ہوگئی جب تک کہ وہ تمہاری مٹھاس چکھ نہ لے اور تم اُس کی مٹھاس چکھ نہ لو۔^{۱۹}

یہ دراصل تین طلاق دینے والے کے لئے ایک سخت سزا ہے۔ کیونکہ بیوی سے جدا ہونے کا مقصد صرف ایک طلاق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر شریعت کے اس آسان اور بے ضرر ضابطہ سے منہ موڑتے ہوئے اور انتہائی ہنسب قدم اٹھاتے ہوئے جب کوئی شخص اپنی بیوی کو یک وقت تین طلاق دے بیٹھتا ہے تو وہ نہ صرف اللہ اور اُس کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے بلکہ وہ دراصل اللہ کی سب سے بڑی نعمت کو جو اللہ تعالیٰ نے اُسے بیوی کی شکل میں عطا فرمائی تھی، یکجھٹ ٹھکرانے کی بنا پر گنہگار بن جاتا ہے اور اس بنا پر

^{۱۵} بخاری کتاب الطلاق ۱۶۵/۶، مسلم کتاب النکاح ۱۰۵۴/۲، نسائی ۱۳۹/۶

^{۱۶} بخاری ۱۶۵/۶، مسلم ۱۰۵۵/۲ - ۵۶، نسائی ۱۳۸/۶

وہ سخت سے سخت سزا کا سختی قرار پاتا ہے۔ لہذا اب ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کی بیوی جب تک کسی دوسرے شخص کا منہ دیکھ نہ لے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ تاکہ اُسے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمت کی ناقدری اور خدائی قانون کی خلاف ورزی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے! تاکہ اس سے دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو اور انہیں اس غلط اقدام کا انجام اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

چونکہ ایسے شخص نے خدا کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کر کے دراصل غیرت خداوندی کو للکارا ہے، اس لئے اب ضروری ہے کہ ایسے شخص کی بیوی کو دوسرے شخص کے پاس بھیج کر ایسے نافرمان اور ناقدرے شخص کے جذبہ غیرت و خودداری کو بھی ٹھیس پہنچائی جائے۔ اس اعتبار سے یہ قانون بالکل معقول اور سائنٹفک نظر آتا ہے۔

۱۰۔ حلالے کے لئے کرائے کا شوہر کرنا حرام ہے

اس موقع پر تین طلاق کے بعد اسلامی شریعت میں ”حلالے“ کی جو قید لگائی گئی ہے اُس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ شرط پوری کر لی جائے، یعنی کرائے کا کوئی ”شوہر“ تلاش کر کے حلالہ کر لیا جائے۔ اس طرح کرنا سخت گناہ بلکہ حرام ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فعل پر لعنت فرمائی ہے۔

”اللہ لعنت کرے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر“ ۱۱

لہذا مطلقہ عورت کا نکاح ثانی صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے برضا و رغبت نکاح کرے اور حلالہ کرنا اُس کے پیش نظر نہ ہو، بلکہ وہ اُس عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا خواہش مند ہو، جیسا کہ نکاح کا اصل مقصد ہے ۱۲

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے اور اُس کا بھائی بغیر کسی مشورے یا قرارداد کے اپنے بھائی کے لئے حلالہ کرنے کی غرض سے از خود نکاح کر لے (پھر طلاق دے دے) تو کیا وہ پہلے شخص کے لئے حلال ہو سکتی ہے؟ آپ نے

۱۱۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل (تفسیر در مشور)

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر ۲/۸۸

فرمایا نہیں، جب تک کہ وہ برضا و رغبت (یعنی ہمیشگی کی غرض سے) نکاح نہ کرے۔ ہم اس قسم کے نکاح کو دور رسالت میں زنا تصور کرتے تھے۔ ۱۳

۱۱۔ طلاق کے بعد عورت کو دیا ہوا مال واپس لینا جائز نہیں

آیت ۲۲۹ میں مردوں کو یہ بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ نکاح کے وقت اپنی بیویوں کو مہر، زیور اور کپڑے وغیرہ جو کچھ دے چکے ہیں، وہ طلاق دینے کے بعد واپس نہ لیں، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا طریقہ تھا۔ ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات عورتوں کے حق میں سخت ناانصافی ہوگی۔ اور جیسا کہ اگلے صفحات میں مذکور سورہ نساء کی آیت ۲۰ کے تحت اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ یہ ساری چیزیں عورتوں کے ساتھ لطف و محبت حاصل کرنے کا صلہ ہیں۔ اور عورت چونکہ طبعاً ایک کمزور مخلوق ہے، اس بنا پر یہ چیزیں واپس لینا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام لوگوں کو یہ اخلاقی تعلیم دیتا ہے کہ مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے وقت مزید کچھ دے دلا کر رخصت کیا جائے، جیسا کہ ایک دوسری آیت کریمہ (بقرہ: ۲۳۱) میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ اور اس کا بیان اگلی آیات میں آئے گا۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: آپ نے فرمایا کہ (زمانہ جاہلیت میں) کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو دے ہوئے مہر اور دوسری چیزوں کو ہڑپ کر لیتا تھا اور اس کو وہ کسی قسم کا گناہ تصور نہیں کرتا تھا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم جو کچھ اپنی عورتوں کو دے چکے ہو ان میں سے کچھ بھی لے سکو“ تو اس آیت کے نزول کے بعد عورتوں کی کوئی بھی چیز لینا مردوں کے لئے صحیح نہیں رہا، سوائے اس کے کہ اُس کا کوئی حق ہو۔ پھر اس کے بعد ارشاد ہوا: ”ہاں اگر ان دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدوں (ضوابط) کو قائم نہ رکھ سکیں گے، اسی طرح ارشاد ہے: ”اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے“ ۱۴

مطلب یہ کہ جب اس قسم کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو پھر اس صورت میں (یعنی طلاق یا خلع حاصل

۱۳۔ حاکم، بیہقی، منقول از تفسیر در مشور ۱/۲۸۳

۱۴۔ ابوداؤد، منقول از در مشور ۱/۲۸۰

کرنے کی غرض سے) کچھ لے دے کہ مجھوتہ کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اگلی بحث میں کی گئی ہے۔

۱۲۔ ظلم و زیادتی کی وجہ سے عورت خلع لے سکتی ہے

اس آیت (۲۲۹) کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان عورت کو خلع حاصل کرنے کا حق بھی عنایت فرمایا ہے، جب کہ (۱) میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں اور ان دونوں میں کسی طرح بنی نہ ہو، مگر شوہر طلاق لینے پر آمادہ بھی نہ ہو (۲) یا یہ کہ مرد عورت پر ظلم و زیادتی کر رہا ہو اور اس بنا پر عورت کو اس کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو گیا ہو۔ اس طرح کے کسی سبب کی بنا پر جب عورت کو یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ وہ اندوہ اجی فراموش ادا نہ کر سکے گی اور مرد کے ساتھ اس کا بھاؤ نہ ہو سکے گا تو اس صورت میں عورت اگر یہ کہے کہ میں اپنا مہر یا اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیتی ہوں اور شوہر اس کے بدلے میں طلاق دے دے تو ایسے معاملے کو ”خلع“ کہتے ہیں۔

خلع کی صورت میں جو طلاق دی جائے گی وہ رجعی (وٹانے والی) نہیں بلکہ بانئہ (جدا ہونے والی) ہوگی۔ چونکہ عورت نے معاوضہ دے کر گویا کہ اس طلاق کو خرید لیا ہے، اس لئے شوہر کو یہ حق باقی نہیں رہتا کہ اس طلاق سے رجوع کر سکے۔ البتہ یہی مرد اور عورت اگر پھر دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں تو ایسا کرنا ان کے لئے بالکل جائز ہوگا۔ واضح رہے کہ خلع اصلاً طلاق ہی ہے، مگر وہ چونکہ عورت کے مطالبے پر دی جاتی ہے اس لئے اس کا نام خلع رکھا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس قسم کی طلاق (خلع) میں اگر قصور مرد کا ہو تو پھر ”فدیہ“ یعنی معاوضہ لینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے^{۲۵} لیکن اگر قصور عورت کا ہے تو اس صورت میں اپنے دئے ہوئے مہر سے زیادہ لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ آیت حبیبہ بنت سہل کے بارے میں نازل ہوئی جو ثابت بن قیسؓ کی بیوی تھیں۔ اس واقعے کے مطابق ثابت بن قیسؓ نے اپنی بیوی کو مہر میں ایک بارغ دیا تھا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر وا کے ان دونوں کے درمیان خلع کر دیا۔^{۲۶} اور بقول

^{۲۵} تفسیر ابن جریر ۲/۲۸۲، تفسیر قرطبی ۳/۱۳۷

^{۲۶} تفسیر ابن جریر ۲/۲۸۰-۲۸۱، تفسیر قرطبی ۳/۱۴۱

حضرت ابن عباسؓ یہ دور اسلام میں اولین خلع تھا۔ بعض حدیثوں میں مذکور ہے کہ کسی عورت کے لئے بلا وہم خلع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی عورتوں کو منافقات قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل اگلے باب میں حدیث ۱۱ کے تحت ملے گی۔

خلع مرد اور عورت کے درمیان باہمی رضامندی سے (قاضی یا کورٹ کی مداخلت کے بغیر) بھی ہو سکتا ہے یا شرعی پنجائیت اور قاضی کی عدالت وغیرہ کے ذریعہ بھی۔ اس سلسلے میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ خود مرد اور عورت کے طرفدار باہم مل کر اس سلسلے میں شرعی حدود کے اندر دونوں میں صلح و صفائی اور تصفیہ کرانے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر یہ کوشش ناکام ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان طلاق یا خلع کرادیں۔ واضح رہے کہ طلاق اگر مرد کی جانب سے ہو تو اس صورت میں مہر وغیرہ واپس لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ عورت کے مطالبے پر ہو تو اس صورت میں صرف مہر واپس لے سکتا ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

۱۳۔ مُطلّقة عورتوں کو تکلیف نہ دی جائے

آیت ۲۲۹ میں جو حکم دیا گیا تھا کہ دو طلاق کے بعد یا تو مُطلّقة عورت کو معروف طریقے سے رک لیا جائے (پھر سے بیوی بنایا جائے) یا پھر حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ اس کی مزید وضاحت آیت ۲۳۱ میں کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ طلاق دے چکے کے بعد جب مُطلّقة عورت کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو جائے تو پھر اُسے خواہ مخواہ تکلیف دینے کی غرض سے رد کر رکھنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً پہلے ایک طلاق دی تھی مگر جب عدت ختم ہونے کے قریب ہو گئی تو رجوع کر لیا اور پھر اس کے بعد دوسری طلاق دے دی، تاکہ عورت کو خواہ مخواہ ضرر اور نقصان پہنچایا جائے۔ تو فرمایا جا رہا ہے کہ اس قسم کا اقدام اللہ کی نظر میں ایک معاشقہ گناہ اور ظلم ہے، جو اللہ کی آیات اور اُس کے احکام کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے۔

یہ آیت ایک انصاری شخص ثابت بن یسار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، مگر جب اُس عورت کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اُس نے رجوع کر لیا، مگر اس کے بعد پھر طلاق دے دی۔ چنانچہ وہ اس فعل کو اسی طرح دہراتا رہا یہاں تک کہ اُس عورت پر

نوماہ گزر گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضَرَارًا لِتَعْتَدُوا)۔^{۲۶}
۱۴۔ اللہ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ

اللہ کی آیتوں یعنی اُس کے احکام کے ساتھ مذاق مت کرو۔ (آیت ۲۳۱) یعنی اُس کے احکام کے ساتھ مت کھیلو۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں لوگ نکاح کرنے یا طلاق دینے کے بعد یوں کہہ دیتے تھے کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بابے میں صاف صاف فرمادیا کہ جس نے اس طرح مذاق نکاح کیا یا طلاق دی تو دونوں صورتوں میں یہ بات لاگو ہو جائے گی۔ اور مختلف کتب حدیث و تفسیر میں اس معنی کی متعدد روایتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں بخیدگی بھی بخیدگی ہے اور مذاق بھی بخیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجعت۔^{۲۷}

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو ٹوٹائی جائیں گی: نذر، طلاق، غلام آزاد کرنا اور نکاح۔^{۲۸}

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ: جس نے مذاق میں طلاق دی تو وہ نافذ (لاگو) ہو جائے گی، جس نے مذاق میں غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور جس نے مذاق میں نکاح کیا تو وہ بھی نافذ ہو جائے گا۔^{۲۹}

بہر حال علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے مذاق کے طور پر یا کھیل تماشے میں طلاق دی تو وہ پڑ جائے گی۔^{۳۰}

^{۲۶} تفسیر ابن جریر ۲/۲۹۵، تفسیر درمنثور ۱/۲۸۵

^{۲۷} دیکھئے تفسیر قرطبی ۳/۱۵۴، یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی میں بھی مروی ہے۔ دیکھئے تفسیر درمنثور ۱/۲۸۶

^{۲۸} منقول از تفسیر درمنثور، از علامہ سیوطی، ۱/۲۸۶، مطبوعہ بیروت

^{۲۹} مُصَنَّف عبد الرزاق، منقول از تفسیر درمنثور ۱/۲۸۶

^{۳۰} تفسیر قرطبی ۳/۱۵۴

اسی طرح بیک وقت تین یا اس سے زیادہ طلاقیں دینا بھی احکام الہی کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ طلاق اصلاً ایک ایک کر کے دی جانی چاہئے، جیسا کہ ارشاد باری ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ﴾ (طلاق دوبار ہے) کا تقاضا ہے۔ یعنی دو طلاقیں دوبارہوں، ایک ہی بار نہ ہوں۔^{۳۱} جب دو طلاقیں ایک بار دینا منع ہے تو ظاہر ہے کہ تین طلاقیں ایک بار دینا بھی منع ہے۔ حدیث شریف چونکہ قرآن کی تفسیر ہے، اس لئے حدیث کی رو سے ان ”دوبار کی طلاقیں“ کے درمیان کم از کم ایک ماہ کا وقفہ ہونا چاہئے۔ لہذا ایک ہی بیٹے میں دوبار یا تین بار، یا ایک ہی مجلس میں دوبار یا تین بار، یا ایک ہی لفظ میں دوبار یا تین بار طلاق دینا غیر شرعی اور ممنوع طریقہ ہے، جو دراصل احکام الہی کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ اسی بنا پر نسائی کی ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاق دیے کو اللہ کی کتاب سے کھیلنا قرار دیا ہے۔ دیکھئے یہ حدیث کس طرح مروی ہے:

عمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی کہ اُس نے اپنی بیوی کو پوری تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنا جائے گا جب کہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں؟ اس پر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا میں اُس شخص کو قتل کر دوں؟^{۳۲}

علامہ سیوطی تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ (سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ) بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہے۔ اور جہور علماء (علماء کی اکثریت) کا مسلک یہ ہے اس طرح دی ہوئی تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔^{۳۳} کیونکہ ان طلاقیں کو واقع نہ مانا جائے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ اتنی شدید ناراضگی کہ دیکھ کر ایک صحابی اُس شخص کو قتل تک کر دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ اس حدیث کی مزید تشریح اگلے باب میں حدیث ۱۴۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

^{۳۱} حاشیہ سنن نسائی، از علامہ سیوطی، ۱/۱۴۳، مطبوعہ بیروت

^{۳۲} نسائی ۶/۱۴۲، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت

^{۳۳} حاشیہ سنن نسائی، ۱/۱۴۳ (طبع مذکور)

غرض بیک وقت تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دینا بھی آیاتِ الہی (احکامِ خداوندی) سے کھینچنا اور ان کے ساتھ مذاق کرنا ہے، جو بہر صورت لاگو ہو جائیں گی، لغویاً بے معنی نہیں ہوں گی۔ اور تین سے زیادہ طلاق دینے کی صورت میں صرف تین ہی واقع ہوں گی، باقی بے معنی قرار دی جائیں گی۔ کیونکہ کسی بھی شخص کو شرعاً ضرر تین ہی طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔ دیکھیے مسئلہ حسب ذیل حدیثوں سے دو اور دو چار کی طرح کس طرح ثابت ہوتا ہے!

موطا امام مالک میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین سے تو وہ مطلقہ بن گئی اور باقی ۹۷ کے ذریعہ تو نے اللہ کے احکام کو مذاق بنایا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تین سے تو وہ بائن (تم سے جدا) ہو گئی اور باقی طلاقیں نکاح قرار دی جائیں گی۔

اس طرح کی اور بھی حدیثیں موجود ہیں۔ بہر حال اس بحث سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نکاح کے ”دوبول“ بولنے سے وہ جس طرح منعقد ہو جاتا ہے، اسی طرح طلاق کے ”دوبول“ بولنے سے وہ ٹوٹ بھی جاتا ہے، خواہ کوئی مذاق بولے یا سنجیدگی سے۔ اسی طرح اس بحث سے یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو گئی کہ نکاح اصلاً ایک معاشرتی و عمرانی معاہدہ ہے جو جس طرح منعقد ہو سکتا ہے اسی طرح وہ ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس عمرانی معاہدہ کی رُو سے جس طرح ایک طلاق واقع ہو سکتی ہے، اسی طرح تین طلاقیں بھی واقع ہو سکتی ہیں۔ اور ان دونوں میں فرق جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک طلاق دینے کی صورت میں یک گونہ تعلق باقی رہتا ہے، جب کہ تین طلاق دینے کی صورت میں رشتہ ازدواج پوری طرح منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر جہاں تک ان کے وقوع کا سوال ہے تو اس میں شرعی و عقلی کسی بھی حیثیت سے یہ بات نامکن نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا مباحث کی رُو سے شرعی و

عقلی دونوں حیثیتوں سے اس کا وقوع ثابت ہے۔

حاصل بحث یہ کہ تین طلاق خواہ سنجیدگی کے ساتھ دی جائیں یا مذاق کے ساتھ، جان بوجھ کر دی جائیں یا جاہالت و نادانیت کی بنا پر وہ ہر صورت میں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کا اقدام اگرچہ احکامِ خداوندی کے ساتھ ایک مذاق ہے مگر یہ فعل نہ تو لغویاً کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا ترکیب مقررہ سزا سے بچ سکتا ہے۔

۱۵۔ حدودِ الہی سے تجاوز اللہ کی نافرمانی ہوگی

ان آیات میں جگہ جگہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھنے اور ان سے تجاوز نہ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ اور خاص کر آیت ۲۳۱ میں بڑے بلیغ اور مؤثر انداز میں نصیحت کی گئی ہے۔ نیز اللہ کی نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی عدول بھی منع کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس موقع پر اللہ کی نعمت سے مراد اسلام ہے جس سے اُس نے اہل اسلام کو مسرفز کیا ہے اور ان کو حکمت سے بہرور کتاب و شریعت عطا کی ہے۔ لہذا اس پُر اذ حکمت کتاب و شریعت کا تقاضا ہے کہ اللہ کے بندے اس پر صدق دلی کے ساتھ عمل کریں اور اللہ کی آیات اور اُس کے احکام سے نہ کھیلیں اور اُس کے دین و شریعت کو مذاق نہ بنائیں۔

حدودِ اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ اور حد فحش کاموں پر جرات کرنے سے رکھنی ہے۔ لہذا خدا اور یومِ آخرت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ حدودِ الہی کو ہر حال میں قائم رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور اُس کے شرعی ضوابط کو توڑنے کی کبھی جرات نہ کی جائے۔ ورنہ ایسے لوگوں کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

۱۶۔ عورتوں کو اپنی پسند کے مطابق نکاح کا حق ہے

آخری آیت (۲۳۲) میں کہا جا رہا ہے کہ طلاق دے چکنے کے بعد مطلقہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے اور پھر وہ اپنی پسند کے مطابق کسی نئے شخص سے یا سابقہ شوہر ہی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو پھر ان کو مت روکو، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم رضامند ہوں۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں اُن کے لئے بہتری اور اچھا انجام مُقرر کر رکھا ہو۔

چنانچہ حدیث کی متعدد کتابوں میں ایک صحابی معقل بن یسار کی بہن کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی سے کر دیا تھا۔ مگر چند دنوں کے بعد اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اُس عورت کی عدت گزر گئی۔ پھر دوبارہ اُس نے نکاح کا بیٹام بھیجا تو معقل بن یسار کو اس سے بڑی غیرت آئی اور کہا کہ اُس نے میری بہن کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس پر قابض تھا اور اب دوبارہ بیٹام بھیج رہا ہے! تو انہوں نے اس بیٹام کو رد کر دیا۔ (مگر چونکہ وہ عورت بھی اسی شخص سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی تھی) اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معقل کو بلا کر انہیں یہ آیت سنائی تو ان کی غیرت دور ہوئی اور انہوں نے اللہ کے حکم کی پیروی کی۔

اس حکم سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ (بالغ اور خاص کر شوہر دیدہ) عورت اپنی پسند کے مطابق نکاح کر سکتی ہے۔ اور عورت کے دلی (سرپرست) کو جائز نہیں ہے کہ اس کا نکاح اُس کی مرضی کے بغیر زبردستی کسی سے کرے۔ اور اخاف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ (بالغ) عورت اپنا نکاح اپنے دلی کی اجازت کے بغیر خود کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں نکاح کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے (..... اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر ان کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو کہ وہ اپنے (زیر تجویز) شوہروں سے نکاح کر لیں)۔ جیسا کہ یہ بتا سابقہ آیات میں بھی مذکور ہے اور ان مقامات میں دلی کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

② لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمُؤَسَّعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُتَعَرِّفِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (۲۳۶) وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ قَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا قَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا لَّذِي بَيْنَهُمَا عُقْدَةٌ أَلَيْسَ بِالْكَافٍ ۚ وَإِنْ تَعَفَّوْا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲۳۷) وَلَمْ يَطْلُقْ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى

۳۷۔ بخاری ۶/۱۸۳، مطبوعہ استنبول، ابوداؤد ۲/۵۹۹-۵۷۰، نیز ترمذی، نسائی، ابن ماجہ

۳۸۔ دیکھئے تفسیر قرطبی ۳/۱۵۹ اور تفسیر کبیر ۶/۱۱۳-۱۱۴

الْمُتَّقِينَ (۲۳۱) كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲۳۲) سورہ بقرہ۔
ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے (یعنی جماع کرنے) اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دو۔ (ایسی صورت میں) ان کو کچھ تحفہ دو: امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔ نیک لوگوں کو ایسا ضرور کرنا چاہئے (۲۳۶) اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے ان کو طلاق دو جب کہ ان کا مہر مقرر ہو چکا ہو تو اس صورت میں مقررہ مہر کا آدھا حصہ دینا ہوگا (اور تحفہ لازم نہیں ہوگا)۔ مگر یہ کہ عورتیں خود ہی (اپنا مہر) معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کرے جسے نکاح باندھے کا اختیار ہے۔ اور معاف کرنا پر بیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (لہذا) باہم ایک دوسرے پر احسان کرنے سے مت چکو (مثلاً عورت آدھا مہر بھی چھوڑ دے یا مرد پورا مہر دے دے)۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۲۳۷) اور طلاق والیوں کو رواج کے مطابق تحفہ لے گا۔ یہ لازم ہے پر بیزگاری پر (۲۳۱) اسی طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کرتا ہے، تاکہ تم (ان باتوں کو اچھی طرح) سمجھ لو۔ (۲۳۲)

شرعی احکام و مسائل

۱۷۔ مہر اور طلاق کا ایک ضابطہ

اسلامی شریعت کے مطابق جس طرح پہلے سے مہر مقرر کر کے نکاح کرنا صحیح ہے، اسی طرح بغیر مہر مقرر کئے نکاح کرنا بھی درست ہے۔ اور جس طرح نکاح کرنے اور عورت سے مباشرت کر چکے کے بعد طلاق دینا صحیح ہے، اسی طرح مباشرت کرنے سے پہلے ہی طلاق دینا صحیح ہے۔ اوپر مذکور پہلی دو آیتوں سے یہی دو اہم مسئلے ذہن نشین کرنا مقصود ہے۔

۱۸۔ بلاوجہ طلاق دینا سخت ناپسندیدہ ہے

"تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دو" اس قسم کی آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا بالکل جائز ہے اور اس طرح طلاق دینے والے پر کسی بھی قسم کا گناہ نہیں ہوگا۔ تو یہاں پر یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید کو اس موقع پر طلاق کے اسباب و عوامل سے کوئی بحث نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اسباب و وجوہات جو بھی ہوں وہ ان سے تفریق

جنسی جبکہ اٹھاتے رہتے والے مردوں اور ایسی ہی عورتوں پر۔

۱۹۔ مُطلقة عورتوں کی چار قسمیں

غرض عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہی مسئلہ رہتا ہے کہ کسی عورت کا مہر مقرر کئے بغیر یا "مہر شل" ادا کئے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان آیات میں اس مسئلے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ چونکہ ان آیات کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت سے مہر مقرر کرنے سے پہلے بھی نکاح ہو سکتا ہے اور مہر مقرر کرنے کے بعد بھی۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت کو ہاتھ لگانے (مُحبت کرنے) سے پہلے بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور ہاتھ لگانے کے بعد بھی۔ اس طرح مجموعی اعتبار سے مُطلقة عورتوں کی حسب ذیل چار قسمیں قرار پاتی ہیں:

۱۔ وہ مُطلقة جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اُسے ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ہو۔

۲۔ وہ مُطلقة جس کا مہر تو مقرر ہو مگر اُسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔

۳۔ وہ مُطلقة جس کا مہر بھی مقرر ہو اور اُسے ہاتھ بھی لگایا جا چکا ہو۔

۴۔ وہ مُطلقة جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اُسے ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔

چنانچہ آیت ۲۳۶ میں پہلی قسم کی مُطلقة کا اور آیت ۲۳۷ میں دوسری قسم کی مُطلقة کا بیان موجود ہے کہ ان دونوں صورتوں میں شرعی حکم کیا ہے؟ تو اوپر مذکور چار آیتوں میں سے پہلی دو آیتوں میں پہلی اور دوسری قسم کی مُطلقة عورتوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی قسم کی مُطلقة کو مہر نہیں ملے گا بلکہ اس کے عوض میں کچھ تحفہ ملے گا جسے شریعت کی اصطلاح میں "متاع" یا "مُتعة" (طلاق کا تحفہ) کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کی مُطلقة کو نصف مہر ملے گا۔

۲۰۔ مُطلقة کو تحفہ طلاق کب ملے گا؟

غرض پہلی آیت (۲۳۶) کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کئے کسی عورت سے نکاح کرنا اور (کسی وجہ سے) اُسے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دینا جائز ہے۔ مگر اس صورت میں عورت کو "متاع" (تحفہ طلاق) دینا پڑے گا۔ یعنی اُس کی دلداری کی خاطر بطور تحفہ کچھ چیزیں دینا واجب ہے۔ کیونکہ ایسی عورت کو مہر

بغیر صرف ان مسئلوں میں جواز ثابت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ معاشرتی اعتبار سے ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں جس کی بنا پر ایک شخص کسی خاص سبب اور خاص وجہ کی بنا پر نکاح کرنے کے فوراً بعد طلاق دیے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ لہذا اسلامی شریعت میں اس کی وضاحت ضروری تھی کہ جب ایسی صورت حال پیش آجائے تو کیا کوئی شخص طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے ان آیات میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص نکاح کرنے کے فوراً بعد طلاق دینے کی حاجت تو نہیں کرے گا۔ بلکہ اس قسم کا اقدام کسی غیر معمولی سبب کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ مگر قرآن اس قسم کے اسباب کی نشاندہی کئے بغیر محض صورتِ واقعہ کو تسلیم کر کے ایک مسئلہ کا حکم بتا رہا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بلا وجہ طلاق دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ تو اس کی وضاحت حدیثوں میں کی گئی ہے کہ نکاح کے بندھن کو بغیر کسی سبب کے توڑنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا ابْغَضَ إِلَيَّ مِنَ الطَّلَاقِ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّيَاكَ اللَّهُ جَنِّ حُزُونٍ كَحُلَالٍ قَرَّارٍ يَأْتِيهِ مِنْ سَبَبٍ زَيْدٌ نَافِسِيْدَةٌ حُزْنٌ أَسْوَ مِنْ حُزْنِ الْوَدَّاعِ

نکاح کا اصل مقصد گناہ سے بچنے اور پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی غرض سے عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنا رفیق زندگی بنانے کا ارادہ کرنا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دین و دنیا کی بھلائیاں اور رضائے الہی حاصل ہو۔ یہ نہیں کہ محض چند دنوں کے لئے عورت سے لطف اٹھانے کی غرض سے نکاح کیا جائے پھر اُسے طلاق دے کر چلتا کر دیا جائے۔ ایسا کرنا سخت گناہ اور معاشرتی فساد کا باعث ہے۔ اور اس قسم کے فعل کی قرآن اور حدیث دونوں میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ نساء میں فرمایا گیا ہے:

أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُخْصِيْنَ غَيْرَ مُسْفِحِيْنَ : تَمَّارًا مَقْصُودًا خَرَجَ كَرَكَةِ عَفْتٍ قَائِمٌ رَكْعَةً دَلَّ بِنَا هُوَ، نَذَرُ شَهْوَتِ رَانِي كَرْنِ وَلِي بِنَا - (نساء: ۲۳)

اور حدیث شریف میں مذکور ہے: لَعَنَ اللَّهُ الذَّوَاقِيْنَ وَالذَّوَاقَاتِ : اللہ لعنت کرے

نہیں ملتا، جیسا کہ قرآن الہی ہے۔

اسلامی شریعت میں ”تحفہ طلاق“ کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے۔ بلکہ مختلف فقہاء کے نزدیک اس کا معیار مختلف ہے۔ اور اس کا سب سے کتر درجہ تین کپڑے ہیں اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ دو درجہ قدیم کے معیار کے مطابق ایک خادم فراہم کرنا قرار دیا گیا تھا۔ مگر بہتر ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق اس صورت میں زیادہ سے زیادہ متکاؤ کر کے عورت کی وحشت کو دور کرنے کی کوشش کرے، جیسا کہ قرآن کی اس تصریح کا تقاضا ہے۔ ”امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے دے“ لہذا اگر کوئی ہزاروں روپے بھی دے دے تو وہ جائز ہے۔ مگر اس سلسلے میں کوئی قانون یا ضابطہ نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد کی حیثیت پر محمول کیا ہے۔ اور مرد امیر بھی ہو سکتا ہے اور غریب بھی۔ لہذا ایسی صورت میں ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق دے اور مطلقہ کا دل نہ دکھائے۔

اس اعتبار سے یہ بھی اسلام کی حسن معاشرت اور اُس کی بے نظیر اخلاقی تعلیم کی ایک جھلک ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں عورت کی دل شکنی گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر معاملے میں اُس کے ساتھ نیکی، مروت اور حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

۲۱۔ عورت کو نصف مہر کب ملے گا؟

دوسری آیت (۲۳۷) میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مہر مقرر ہو چکنے کے بعد اگر کسی عورت کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دینے کی نوبت آگئی تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ تو قرآن فتویٰ دے رہا ہے کہ اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف حصہ دینا پڑے گا۔ مثلاً اگر کسی نے دو ہزار روپے مہر مقرر کئے تھے تو اس صورت میں ایک ہزار روپے دینے پڑیں گے۔ اگر دس ہزار مقرر کئے تھے تو پانچ ہزار دینے ہوں گے۔ چونکہ مہر عورت کا ایک شرعی حق ہے اس لئے وہ سوائے پہلی صورت کے بقیہ تینوں صورتوں میں واجب رہتا ہے۔

۲۲۔ عورت کو پورا مہر کب ملے گا؟

مذکورہ بالا چار شکلوں میں سے تیسری شکل کے مطابق یعنی مہر مقرر ہو چکنے اور مباشرت ہو جانے کے بعد اگر کسی نے طلاق دی ہے تو اس صورت میں پورا مہر دینا پڑے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ اس کی

صراحت کی گئی ہے :

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورُهُنَّ قَرِيبَةً : جن عورتوں سے تم نے لطفِ محبت اٹھایا ہے اُن کے بندے ہوئے مہر انہیں دے دو۔ (نساء : ۲۴)

اور جو تھی صورت میں جب کہ مہر تو مقرر نہیں تھا مگر محبت ہو چکی تھی، ایسی حالت میں اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی ہو تو اُس وقت ”مہرِ مثل“ لازم آئے گا۔ اور مہرِ مثل اُس مہر کو کہتے ہیں جو عورت کے قبیلے یا خاندان میں رائج ہو۔ اور خاص کر عورت کی بہنوں اور اُس کی بھوپوں کا جو مہر ہو۔

۲۳۔ مطلقہ عورتوں کو کچھ تحفہ دینا چاہئے

آیت ۲۴۱ اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے کہ مطلقہ عورتوں کو رخصتی کے وقت مہر کے علاوہ بھی بطور تحفہ کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ اور اکثر علماء اور مفتیین کے نزدیک یہ حکم بطور استحباب ہے (یعنی ایک اخلاقی فریضہ ہے) جب کہ مرد جو صرف ایک ہی قسم کی مطلقہ کے لئے ثابت ہوتا ہے، جس کا بیان اوپر آیت ۲۳۶ میں ہو چکا ہے اُسے حاصل یہ پہلی قسم کی مطلقہ کے لئے چونکہ مہر نہیں ہے اس لئے اس کے لئے تحفہ (متاع) واجب ہے، جبکہ بقیہ تین قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے مہر واجب ہے۔ (کسی کو آدھا، کسی کو پورا اور کسی کو مہرِ مثل) لہذا ان کے لئے تحفہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اس بنا پر ہر شخص کو اس سلسلے میں خوش دلی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے ”ساتھی“ کو رخصت کر رہا ہے جس سے وہ اُن کا اندوز ہو چکا ہے۔

چونکہ طلاق کا معاملہ انتہائی کشیدگی کے ماحول میں ہوتا ہے، اس لئے ایسے نازک موقعوں پر عورتوں سے کسی بھی قسم کا تعرض کئے بغیر (خواہ طلاق کا سبب عورت ہی کیوں نہ ہو) مردوں کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصتی کے وقت انہیں اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کریں اور

۱۳۔ یہی وہ آیت کریمہ ہے جسے بنیاد بنا کر سپریم کورٹ نے ۱۹۸۵ء میں (شاہ بانو کیس کے سلسلے میں) ایک غلط فیصلہ دیا

تھا۔ اور اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے راقم مسطور کی حسب ذیل دو کتابیں دیکھنی چاہئیں :

۱۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ : حقائق و واقعات کی روشنی میں (اُردو اور انگریزی)

۲۔ شریعت اسلامیہ کی جنگ : نفعہ مطلقہ کی روشنی میں

ایک دوسرے کے ساتھ معافی و درگزر کا رویہ اپنائیں۔ جیسا کہ یہ تاکید خاص کر آیت ۲۳۷ میں نظر آتی ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کو فراموشی کا اظہار کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

﴿۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهَاءٌ ۖ وَلَا تَقْسَمُوا لَهُنَّ بِلَا حِسَّةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَايِشُ رُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۚ وَإِنْ أَذَّكْتُمْ ۚ سِتْنَدَنْ زَوْجَ مَكَانٍ زَوْجٍ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ قِنطَارًا ۚ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَنْ تَخْذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّهُ أَكْبَرُ مَا تُدْرِكُونَ ۚ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ ۚ وَأَخَذْتُمْ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۲۱﴾ سورة نساء

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ اور اپنا دیا ہوا کچھ مال ان سے واپس لینے کی غرض سے انہیں روکے رکھو، ہاں اگر وہ کھلم کھلا کسی بیچنی کا ارتکاب کرتی ہیں۔ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں (ان کی) کوئی ایک چیز پسند نہ آئے مگر (مجموعی طور سے) اللہ نے بہت کچھ بھلائی رکھ چھوڑی ہو۔ (۱۹) اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور صورت یہ ہو کہ تم میں کسی ایک کو ایک انبار کا انبار مال ہے چیکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے مرتکب بن کر اسے واپس لو گے؟ (۲۰) تم لئے کس طرح واپس لے سکتے ہو جب کہ تم باہم ایک دوسرے سے ٹکف اندوز ہو چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ (۲۱)

شرعی احکام و مسائل

۲۴۔ زبردستی عورتوں کا مالک بن جانا جائز نہیں

پہلی آیت میں تین قسم کے احکام دئے گئے ہیں۔ اور ان میں سے پہلا حکم ایک خاص قسم کے سماجی ظلم اور عورتوں کے ساتھ ناانصافی کو روکنا ہے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا کوئی قریبی عزیز یا رشتہ دار آتا اور موتی (مرے ہوئے شخص) کی بیوی یا اس کی لڑکی پر اپنا کپڑا ڈال دیتا۔

اور اس فعل سے اس دور کے سماجی رواج کے مطابق اس کا حق ثابت ہو جاتا۔ اور اسے اختیار حاصل رہتا کہ وہ چاہے تو اس عورت یا لڑکی سے بغیر مہر کے نکاح کر لے، یا اس کا نکاح اپنی مرضی سے کسی اور سے کر دے، یا پھر اس کو شادی سے بالکل روک رکھے، تاکہ اس نے جو کچھ ترکہ پایا ہے اسے زبردستی ہتھیا سکے ۲۳

۲۵۔ عورتوں کا مال زبردستی ہتھینا ناجائز نہیں

عورت کے ساتھ سماجی ظلم کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی کے عقد میں کوئی بوڑھی عورت ہو، یا ایسی عورت جو اسے ناپسند ہو اور وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہو، مگر پہلی بیوی کے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑنا بھی گوارا نہ ہو۔ بلکہ وہ اسے محض اس وجہ سے روک رکھنا چاہتا ہو کہ اس کے مرجانے کے بعد یا تو وہ اس کا وارث بنے یا اس سے کوئی موٹی رقم لے کر اس کو خلع دے دے۔ تو ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے ۲۴

۲۶۔ مہر اور تحفے واپس لینا ناجائز ہے

پہلی آیت (۱۹) سے دوسرا حکم یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ناپسندیدہ عورت کو اس کے حقوق معطل کر کے اور اسے طلاق دے بغیر محض اس بنا پر روک رکھنا کہ مرد نے عورت کو جو تحفے تحائف دئے تھے وہ یا ان میں کا کچھ حصہ واپس لینے کا خواہشمند ہو تو یہ فعل شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔ لیکن اگر عورت کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی بے حیائی یا ناشائستہ حرکت کا اظہار ہو رہا ہو جس کی وجہ سے اس عورت کو طلاق دینا ضروری ہو رہا ہو تو اس صورت میں اپنے دئے ہوئے مہر کا واپس لینا جائز ہوگا۔ یعنی مہر واپس لے کر خلع کر لیا جائے ۲۵

اس موقع پر ”فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ“ (کھلی ہوئی بے حیائی) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں: (۱)، اس سے مراد زنا کاری ہے۔ (۲)، اس سے مراد نافرمانی ہے۔ (۳)، اس سے مراد بدگوئی و بد اخلاقی اور شوہر کو تکلیف پہنچانا ہے۔ اور یہ سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

۲۳ ابو داؤد ۵۴۲/۲، تفسیر کبیر ۱۱/۱، تفسیر قرطبی ۹۳/۵، تفسیر روح المعانی ۲۴۱/۴

۲۴ ماخوذ از تفسیر قرطبی و روح المعانی

۲۵ ماخوذ از تفسیر مظہری ۳۹/۲ - ۵۰

۲۶ تفسیر قرطبی ۹۵/۵، تفسیر کبیر ۱۱/۱

یعنی عورت جب اس قسم کی کوئی حرکت کر بیٹھے تو پھر وہ رعایت کی مستحق نہیں رہتی۔

۲۷۔ کسی عورت میں کوئی خامی ہو تو کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں

پہلی آیت سے تیسرا حکم یہ ثابت ہو رہا ہے اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے کہ اگر بالفرض عورت کی کوئی بات یا اس کا کوئی فعل مرد کے لئے ناگوار اور شاق گزر رہا ہو تو حُسنِ معاشرت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اسے جہاں تک ہو سکے برداشت کرے، نہ کہ جھٹ خفا ہو کر طلاق وارغ دے۔ کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ قانونی طور پر جائز تو ہے مگر اخلاقی اعتبار سے یہ ایک معیوب بات ہوگی۔ کیونکہ اس سے معاشرے میں ایک انتشار پیدا ہوتا ہے۔ لہذا مرد کو ہر حالت میں تحمل، بردباری اور دوراندیشی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اور اُسے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کسی عورت میں کچھ خامیاں ہوں تو اُس میں کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور اس اعتبار سے طلاق اور دوسری شادی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری بیوی میں وہ خوبیاں موجود نہ ہوں جو پہلی بیوی میں موجود ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس صبر و تحمل کے باعث اللہ تعالیٰ نے ایسے مرد کے لئے انجام کار بہت سی بھلائیاں رکھ چھوڑی ہوں، مثلاً صالح اولاد وغیرہ۔ لہذا عورت کے کسی فعل سے ناراض ہو کر جلد بازی میں کوئی اقدام کر بیٹھنا شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے۔

اس طرح یہ آیت کریمہ مقصدِ نکاح پر بھی بخوبی روشنی ڈال رہی ہے کہ نکاح دراصل مرد اور عورت کے درمیان ہمیشگی اور دوامی صحبت کے طور پر ہونا چاہئے اور اس راہ کی مشکلات کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے۔ اور اس اعتبار سے یہ اسلامی معاشرت کی ایک بے نظیر اخلاقی تعلیم اور اُس کا ایک مشتمل اصول ہے۔

۲۸۔ عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تاکید

اسلام نے جس طرح قدم قدم پر عورتوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آنے اور اس مکرر درخلاق کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرنے کی سخت تاکید کی ہے، اُس کی نظیر دیگر مذاہب و قوانین میں نہیں ملتی۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں جن سے قرآنی احکام کی مزید تشریح و تفسیر ہوتی ہے :

لَا تَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَةً ، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ : کوئی مومن

مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے۔ کیونکہ اگر وہ اُس کی کسی ایک عادت سے ناراض ہو تو اُس کی کسی دوسری عادت سے راضی ہو گا۔

وَأَسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ - فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ - وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الصِّلَعِ أَعْلَاهُ - اِنْ ذَهَبَتْ لَيَقِيمُهُ كَسَرَتْهُ : عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ کیونکہ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور اُس کا اوپری حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہے۔ (یعنی عورت زبان دراز ہوتی ہے)۔ لہذا اگر تم اُسے سیدھا کرنا چاہو تو اُسے توڑ دو گے۔

اس حدیث کی شرح خود ایک دوسری حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ”عورت اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کو اس سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود (یعنی اُسے برداشت کرتے ہوئے) فائدہ اٹھانا ہے۔ ورنہ اگر تم اُسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اور اُس کا ٹوٹنا طلاق ہے۔“

یعنی عورت کبھی اور کسی حال میں سیدھی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس کی فطرت کے مطابق اُس میں کچھ نہ کچھ ٹیڑھا پن ضرور رہے گا۔ لہذا عقل مند مرد وہی ہے جو اُس کے اس ٹیڑھے پن کو برداشت کرتے ہوئے ایک خوش گوار اور کامیاب زندگی گزارنے کی کوشش کرے گا۔ ورنہ عورت کو ”سیدھا“ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں وہ سرشارِ حیات کھو دے گا اور سوائے محرومی اور پریشانی کے کوئی چیز راتھ نہ آئے گی۔ کیونکہ طلاق کسی مسئلے کا صحیح علاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو آخری چارہ کار ہے جو کافی سوچ بچار اور اُس کے پورے نشیب و فراز پر غور و خوض کے بعد ہونا چاہئے۔ غرض عورت کی اس فطرت اور اُس کی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو شخص زندگی گزارے گا وہ بڑے مزے میں رہے گا۔

۲۹۔ عورت کو دمی ہوتی چیزیں واپس لینا ناجائز کیوں ؟

بہر حال عورت کی کسی بُری عادت و خصلت یا اُس کی بے وفائی کے باعث آخری چارہ کار کے طور پر نوبت اگر طلاق دینے کی آہی جائے اور مرد یہ مصمم ارادہ کرے کہ ایسی ناکارہ عورت سے بچھا بھر کر کسی دوسری

عورت سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جانا ہی بہتر ہے تو پھر دوسری آیت (۲۰) کے مطابق اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کو دیا ہوا مہر اور تحفے وغیرہ واپس لے لے۔ بلکہ ایسا کرنا ایک ناحق بات اور سخت گناہ کا باعث ہوگا۔ اور یہ بات اُس کی شرافت و مردانگی کے بھی خلاف ہوگی۔

اس قسم کی ناشائستہ حرکت کی وجہ آخری آیت (۲۱) میں بیان کرتے ہوئے اس قسم کے اقدام کی مذمت کی جا رہی ہے کہ نکاح کے بعد جب عورت اپنے آپ کو مرد کے سپرد کر دیتی ہے اور وہ اُس سے لطف اندوز ہو چکا ہے تو پھر پورے مہر کی ادائیگی اُس کے ذمہ واجب ہو جاتی ہے۔ لہذا عورت سے متعلق کرنے کے بعد مہر کی واپسی کا مطالبہ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ اور اسی طرح وہ تحفے خائف بھی جو شوہر نے نکاح کے وقت یا اُس کے بعد اپنی بوی کو دئے تھے اُن کا واپس لینا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سب چیزیں عورت کو دینے کے بعد عورت کی ملک ہو گئیں۔

نکاح کی مجلس میں دو ہا سے جو عہد و پیمان لیا جاتا ہے (کہ میں نے اتنے مہر کے عوض میں فلاں لڑکی سے نکاح منظور کیا) اُسے اس موقع پر عورتوں کی طرف سے ”بختہ عہد“ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ نکاح میں آنے والی عورتوں نے اپنے شوہروں سے از خود یہ عہد و پیمان لیا ہے۔ لہذا یہ ایفائے عہد مردوں کے لئے ضروری ہے۔ اور اس کو توڑنا مرد کی شرافت اور اُس کی مردانگی کے خلاف ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا قرآن مجید کو اسباب طلاق سے مطلقاً کوئی بحث نہیں ہے۔ بلکہ وہ صورت واقعہ کو فرض کر کے کسی مسئلے کا صرف حکم بیان کر دینے پر اکتفا کرتا ہے۔ یہی بات یہاں پر (وَإِنْ أَهَذَا شُمْ اسْتَبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ : اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو.....) میں بھی کہی گئی ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو اس اقدام پر مطلقاً کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حالانکہ سابق کلام کے اعتبار سے یہ درحقیقت ایک منطقی نتیجہ کا جواب ہے، جو آیت ۱۹ سے شروع ہوا تھا۔

۲۔ عدت کے احکام و مسائل

④ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۖ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَلَهُنَّ مِمَّا كَسَبْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَزَاءٌ ۖ وَلَا يَجْزِي عَنْهُنَّ لِبَاسُهُنَّ الَّذِي كُنَّ يَلْبَسْنَ ۚ وَلَهُنَّ مِمَّا كَسَبْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَزَاءٌ ۖ وَلَا يَجْزِي عَنْهُنَّ لِبَاسُهُنَّ الَّذِي كُنَّ يَلْبَسْنَ ۚ (بقرہ : ۲۲۸)

ترجمہ : اور طلاق دی ہوئی عورتیں (بطور عدت) اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں۔ اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اُس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے، اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں (یعنی ایمان والی عورتوں کے لئے اپنے حل کو چھپانا جائز نہیں ہے)۔ اُوں اُن کے خاندان اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ اس مدت میں اُن کو ٹولنا لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور معروف طریقے سے عورتوں کے حقوق بھی اسی طرح ہیں جس طرح کہ اُن کے فرائض، ہاں البتہ مردوں کو ان پر یکٹ گونہ فضیلت ہے۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

شرعی احکام و مسائل

۳۰۔ طلاق والی عورت پر عدت کب نہیں ہے ؟

جب کسی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہو تو اب شرعی طور پر سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا مطلقہ عورت سے مباشرت کی جا چکی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں کی گئی ہے اور اسی طرح خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی ہے (یعنی میاں بیوی تنہائی میں یکجانہ ہوئے ہوں) خواہ میاں نے بیوی کو ہاتھ لگایا ہو یا نہ لگایا ہو) تو اس صورت میں عورت پر سب سے کوئی عدت نہیں ہے۔ اس کا بیان ایک دوسری آیت (احزاب : ۴۹) میں کیا گیا ہے، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۳۱۔ طلاق والی عورت پر عدت کب واجب ہے ؟

اب رہا معاملہ اُن مطلقہ عورتوں کا جن سے یا تو مباشرت کی جا چکی ہو یا خلوت صحیحہ واقع ہو چکی ہو، تو ایسی ہی عورتوں کا بیان زیر بحث آیت میں کرتے ہوئے ان کی عدت کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے کہ وہ تین حیض پورے ہونے تک انتظار کریں (جب کہ وہ حیض والی ہوں) درنہ اگر وہ غیر حیض والی ہوں تو ان کی عدت کا حساب دوسرا ہے، جس کی تفصیل آگے سورہ طلاق کی آیات میں آ رہی ہے، تاکہ اگر انہیں

حمل ٹہر گیا ہو تو وہ اس دوران ظاہر ہو جائے اور نطفہ مخلوط ہونے کی بنا پر نسب کے تعین میں کسی قسم کی گزر رکھنا جائز نہ رہ جائے۔ اور حمل کے ظہور کے لئے اتنی مدت کافی ہے۔

۳۲۔ مطلقہ عورتوں کو اپنا حمل چھپانا جائز نہیں ہے

چونکہ حیض اور حمل کے مسائل عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں کو ان کی اطلاع صرف عورتوں ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے، اس لئے اس موقع پر عورتوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ہر بات صاف صاف ظاہر کر دیں اور اس بارے میں کسی بھی قسم کے تساہل یا مصلحت آفرینی سے کام نہ لیں، ورنہ اس سے ان کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

۳۳۔ مرد کے لئے رجوع کا موقع کب تک باقی رہتا ہے؟

آیت زیر بحث میں بیان طلاق رجعی کا ہو رہا ہے۔ یعنی جب کوئی مرد اپنی منکوحہ کو ایک یا دو طلاقیں دے دے تو اس سے نکاح فوری طور پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ عدت ختم ہونے تک باقی رہتا ہے۔ ایسی صورت میں مرد اگر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرتے ہوئے مطلقہ کو پھر سے اپنی بیوی بنانے پر راضی ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور اسے اس کا حق پوری طرح حاصل ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں (بعد میں واقع ہونے والی شرمندگی سے بچنے کے لئے) ضروری ہے کہ وہ خوب اچھی طرح غور و خوض کر کے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لے۔ اسی لئے شریعت نے اس کی نظر ثانی کی پوری پوری گنجائش رکھی ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک سہرا موقع فراہم کر دیا ہے کہ اگر اس نے پہلے غصہ کی حالت میں یا کسی فوری جذبہ کی وجہ سے جلد بازی میں کوئی اقدام کر دیا تھا تو اب وہ رشتہ ازدواج پوری طرح ٹوٹنے سے پہلے رجوع کر لے تاکہ بعد میں اسے پچھتانا نہ پڑے۔

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ طلاق رجعی (ایک یا دو طلاقیں دینے) کی صورت میں مدخلہ عورت کو (جس سے مباشرت کی جا چکی ہو) عدت ختم ہونے سے پہلے واپس لینے کا حق باقی رہتا ہے، چاہے عورت اسے پسند کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ طلاق دینے اور رجوع کرنے کا اختیار شریعت نے صرف مرد کو عطا کیا ہے، عورت کو نہیں۔ اور اگر شوہر نے رجوع نہیں کیا یہاں تک کہ مطلقہ کی عدت گزر گئی تو اب وہ اس کے لئے

اجنبی بن چکی ہے اور اپنے معاملے کی آپ خود مختار ہے۔ پھر وہ اس شخص کے لئے دوبارہ نئی منگنی، نئے نکاح و گواہ (اور نئے مہر) کے ساتھ حلال ہو سکتی ہے۔

۳۴۔ رجعت کا طریقہ کار کیا ہے؟

طلاق دی ہوئی عورت کو عدت کے دوران لوٹا لینے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ کیا زبان سے کہنا ضروری ہے (کہ میں نے تجھے لوٹا لیا یا اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے لی) یا محض کسی فعل سے بھی رجوع ثابت ہو سکتا ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے دو مسلک ہیں: (۱) پہلا مسلک یہ ہے کہ رجوع قوی طور پر ہونا ضروری ہے۔ (یعنی اپنی زبان سے کہنا چاہئے)۔ اس کے بغیر رجعت صحیح نہیں ہوگی۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ (۲) دوسرا مسلک یہ ہے کہ رجوع قوی طور پر ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ مطلقہ (رجعیہ) سے مباشرت کر لے، یا اس کا بوسہ لے لے، یا شہوت کے ساتھ اسے چھو لے تو ان تمام صورتوں میں رجعت ثابت ہو جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مسلک ہے۔

۳۵۔ کیا رجعت کے لئے گواہ بنانا ضروری ہے؟

نیز اس مسئلے میں یہ بھی اختلاف ہے کہ رجعت کے موقع پر قرآن مجید میں دو گواہ مقرر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ آیا واجب ہے یا محض مستحب؟ تو اس میں علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں: بعض کے نزدیک یہ محکم و واجب کے لئے ہے اور بعض کے نزدیک استحب کے لئے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر فرقت (میاں بیوی کی جدائی یعنی طلاق) کے لئے بھی یہ بات واجب ہوتی۔ حالانکہ خود قرآن کہتا ہے (وَإِنْ رَجَعْتُمْ بَعْدَ ذَلِكَ عَلَىٰ نَفْسِكُمْ فَلَا مَعْرَظَ عَلَيْكُمْ) (اگر تم دوبارہ اپنے آپس میں رجوع کر لو گے تو پھر تم پر کوئی ممانعت نہیں ہے)۔ لہذا معلوم ہوا کہ رجعت یا عورتوں کو یا تو بھلے طریقے سے روک لیا پھر انہیں بھلے طریقے سے چھوڑ دو۔

فرت کے لئے گواہ بنانا ضروری نہیں ہے۔ لیکن یہ بات چونکہ معاشرتی نقطہ نظر سے زیادہ مناسب اور بہتر ہے اس لئے اس کے مستحب ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

بہر حال تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عدت ختم ہو جانے کے بعد طلاق دینے والا شخص عورت سے یوں کہے کہ میں نے عدت کے دوران تجھ سے رجوع کر لیا تھا، مگر عورت اس سے انکار کرے تو اس صورت میں حلف کے ساتھ عورت کی بات سچ مانی جائے گی اور مرد کی بات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۵

۳۶۔ عورتوں کے حقوق بھی مردوں ہی کی طرح ہیں

طلاق اور عدت کے مسائل کے ضمن میں یہاں پر ایک عام قاعدہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کے جس طرح فرائض ہیں اسی طرح ان کے حقوق بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے ذمہ محض فرائض و واجبات ہی ہوں اور ان کا کوئی بنیادی حق ہی نہ ہو۔ ہاں البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ضرور دی گئی ہے۔ کیونکہ مرد عورتوں کے نگران اور ان کے قائد ہیں، جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر اس کی تصریح اس طرح کی گئی ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَبِمَا آفَقُوا

أَمْوَالَهُمْ : مرد عورتوں پر نگران ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس واسطے بھی کہ انہوں نے (مردوں نے عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے۔ (نساء : ۳۴)

عورتوں کے حقوق کے بارے میں حدیثوں میں کافی تاکید ملتی ہے : مثلاً :

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے یوں فرمایا : تم جب کھاؤ تو اپنی عورت کو بھی کھلاؤ۔ جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ اُس کے منہ پر مت مارو۔ اُسے بُرا بھلا مت کہو۔ اور اگر (کسی وجہ سے) اُس کا بستر الگ کرو تو اپنے ہی گھر میں کرو۔ ۳۷ یعنی اپنے گھر کے علاوہ اُسے کہیں اور نہ سلاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا :

۳۵ تفسیر قرطبی : ۱۲۲/۳

۳۶ ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۶۰۶ ، ابن ماجہ کتاب النکاح ۱/۵۹۳

عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے انہیں اللہ کے امان میں لیا ہے۔ اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ (نکاح کے بول) کے ذریعہ حلال کر لیا ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں جو تمہاری نظریں ناپسندیدہ ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بطور سزا ہلکی مار مارو۔ اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے کھانے اور کپڑے کا بہتر طریقے سے انتظام کرو۔ ۳۸

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے اعتبار سے کامل دے گا مومن وہ ہے جو بہترین اخلاق کا حامل ہو۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والے ہوں۔ ۳۹

⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا انْكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمِنْ عَوْنُهُنَّ وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ (احزاب : ۴۹)

ترجمہ : اے ایمان والو ! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں چھوئے (معت کرنے) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے کہ تم ان کی گنتی پوری کرنے لگو۔ لہذا انہیں کچھ تحفہ دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دو۔

شرعی احکام و مسائل

۳۷۔ غیر مذخولہ عورت پر عدت نہیں ہے

اوپر مذکور سورۃ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں ان عورتوں کی عدت کا بیان تھا جن سے نکاح کے بعد مباشرت کی جا چکی ہو۔ اب یہاں پر اسی مطلقہ عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے نکاح کے بعد مباشرت یا خلوت صحیحہ واقع ہونے سے پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق ہو گئی ہو۔

یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کو اس قسم کے مسائل میں اسباب و محرکات سے کوئی

۳۵ صحیح مسلم، بحوالہ تفسیر مظہری ۱/۲۹۹

۳۶ ترمذی، بحوالہ تفسیر مظہری ۱/۲۹۹

بحث نہیں ہے۔ چونکہ معاشرے میں ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں لہذا ان سے بچنے کے لئے ایک ابدی شریعت میں ان کا حل موجود رہنا ضروری ہے۔ ورنہ دین الہی کی ابدیت پر حرف آسکتا ہے۔ اس لئے شریعت کے ابدی اصول میں ہر اہم مسئلے کی وضاحت بطور مثال کر دی گئی ہے۔

غرض وہ مطلقہ عورت جس کو ہاتھ نہ لگایا گیا ہو، اُس پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے۔ اور یہ بات قرآن مجید کی تصریح اور اُمت کے اجماع (متفقہ فیصلے) سے ثابت ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی اُمت کا اجماع ہے کہ وہ منکوحہ جسے ہاتھ نہ لگایا جا چکا ہو اُس پر عدت واجب ہے۔

۳۸۔ مطلقہ غیر مدخولہ کو کچھ تحفہ دینا چاہئے

اس آیت کریمہ کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی عورتوں کو جن کو ہاتھ نہ لگانے سے پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق ہو جائے تو ان کی دلجوئی کی غرض سے انہیں کچھ چیزیں بطور تحفہ دینا چاہئے تاکہ اُن کی جو دل شکنی ہوئی ہے اُس کا ایک حد تک ازالہ ہو جائے۔ ایسے تحفے کو اسلامی اصطلاح میں ”مُتْعَةُ طَلَاق“ یعنی طلاق کا تحفہ کہا جاتا ہے۔ اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ تحفہ طلاق ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کو دینا بہتر (مستحب) ہے، جب کہ وہ صرف ایک مطلقہ کے لئے واجب ہے۔ یعنی وہ مطلقہ جس کا ہر پہلے سے مقرر نہ ہو اور اُسے ہاتھ نہ لگانے سے پہلے ہی طلاق دی جا چکی ہو۔ اس مسئلے کی تفصیل اوپر مذکور سورہ بقرہ کی آیات ۲۳۶-۲۳۷ کے تحت پیش کی جا چکی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَائِظَةٍ مُبَيَّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَذَرِي لَعَلَّ اللَّهُ يُخَذِّتُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَلِكَ يُؤْخَذُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝﴾

وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (۳) وَالَّذِي يَسْتَنْ مِنَ الْمَخِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ رَزَقْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ۚ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ ۚ وَأُولَاتُ الْأَحْقَابِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ (۴) ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْنَا ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝ (۵) أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلًا فَلْيَقْوَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتَّقُوا بَعْدَهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَأَمْرُهُمَا بَيْنَكُم مَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَارَسْتُمْ فَسَرِّضْ لَهُ الْآخِرَى ۚ (۶) لِيُتَفَقَّ دُوسَعَةً مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَمَنْ قَدَّرَ عَلَيْهِ رِشْرُقَهُ فَلْيُتَفَقَّ ۚ مَا أَشَأُ اللَّهُ ۚ لَا يَكِلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا أَتَمَّهَا ۚ ثُمَّ يَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ غُرُوبِهِ يُسْرًا ۚ (۷)

ترجمہ: اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (گنتی کے شروع میں) طلاق دو اور (ٹھیک حساب کے لئے) عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے۔ ان عورتوں کو (اُن کے رہنے کے) گھروں سے مت نکالو، اور وہ خود بھی نہ نکلیں، مگر ہاں جب وہ کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر لیں۔ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں (احکام و ضوابط) ہیں (تو اب) جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا تو اُس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تمہیں کیا معلوم، ہو سکتا ہے کہ اللہ (طلاق دینے کے بعد تمہارے دل میں) کوئی نئی بات پیدا کر دے (۱)۔ پھر جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت (گزرنے کے قریب) پہنچ جائیں تو پھر انہیں یا تو قاعدے سے رکھ لیا قاعدے کے مطابق انہیں جدا کر دو۔ اور اس پر اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے (اُس کا حاذ کرتے ہوئے) گواہی ٹھیک ٹھیک دو۔ یہ بات بطور نصیحت اُن سے کہی جا رہی ہے جو اللہ اور روز قیامت پر یقین رکھتے ہوں۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اُس کے لئے بچاؤ کا راستہ نکال دے گا۔ (۲) اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اُس کے لئے کافی ہوگا۔ یقیناً اللہ اپنی بات پوری کر کے رہے گا۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک (طبعی و شرعی) ضابطہ مقرر کر دیا ہے (۳)۔ اور تمہاری وہ عورتیں

جن کو حیض کی امید نہ رہی ہو، اگر تمہیں (اُن کے بارے میں) شبہ ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت اُن کے پھر جینے تک ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اُس کے کام کو آسان کر دے گا (۴)۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اُس نے تم پر اتارا ہے۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو وہ اُس کی بُرائیوں کو دُور کر دے گا اور اُس کے لئے اجر بھی بڑا دے گا (۵)۔ طلاق دی ہوئی عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ اور (عدت کے دوران) انہیں تنگ کرنے کی غرض سے تکلیف نہ دو۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں خرچہ دو جب تک کہ اُن کا حمل وضع نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ (عدت کے بعد تمہارے بچوں کو) دودھ پلائیں تو ان کی اُجرت انہیں دے دو۔ اور آپس میں شائستہ طریقے سے مشورہ کر لو۔ اور اگر تم (اُجرت مقرر کرنے کے معاملے میں) آپس میں تنگی کرنے لگ جاؤ تو اُس وقت کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی (۶)۔ مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق خرچ کرے، اور تنگ دست ہے وہ وہی خرچ کرے جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا، مگر اتنی ہی جتنی کہ اُس نے دے رکھی ہے۔ عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔ (۷)۔ سورہ طلاق

شرعی احکام و مسائل

۳۹۔ طلاق کا سنت طریقہ کیا ہے؟

پہلی آیت میں خطاب لفظاً اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر وہ عام ہے اور مُراد پوری اُمت ہے۔

”طلاق عدت کے وقت دو“ اس کا مطلب جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ طلاق عورت کی پائی کی حالت (طہر) میں دی جائے۔ کیونکہ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔ چنانچہ متعدد حدیثوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے اور حکم دیا کہ وہ اس طلاق کو واپس لے لیں پھر طہر کی حالت میں دوبارہ طلاق دیں، اگر دینا ضروری ہو۔ نیز آپ نے ابن عمرؓ سے مزید فرمایا کہ اللہ نے عورتوں کو اس طرح طلاق دینے کا حکم

نہیں دیا ہے اور تم نے طلاق کے سنت طریقے کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

اس معنی کی کئی حدیثیں صحاح ستہ (حدیث کی چھ صحیح کتابیں) اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں جن میں خود ابن عمرؓ نے اس آیت کریمہ کی توجیہ اس طرح کی ہے:

طَلَّقُوهُنَّ فِي عِدَّتِهِنَّ. أَيْ فِي قَبْلِ عِدَّتِهِنَّ. تم انہیں عدت میں طلاق دو، یعنی ایسے وقت میں جب کہ عدت (گنتی) شروع ہوتی ہے اور وہ طہر کی حالت ہے۔

فِي قَبْلِ عِدَّتِهِنَّ. وَقَالَ السَّيوطِيُّ: أَيْ إِقْبَالُهَا وَأَوَّلُهَا وَحِينَ يُمَكِّنُهَا الدَّخُولُ فِيهَا وَالشَّرْفُ، وَذَلِكَ حَالُ الطَّهْرِ. علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد عدت کا شروع اور اول حصہ ہے جس میں عورت سے مُحَبَّت ممکن ہوتی ہے۔ اور وہ طہر کی حالت ہے۔ مطلب یہ کہ طہر کی حالت سے عدت کا آغاز ہوتا ہے، یعنی عورت کی گنتی شروع ہوتی ہے، لہذا طلاق طہر کی حالت میں ہونی چاہئے۔ مگر اس سلسلے میں دوسری شرط یہ ہے کہ مرد جس طہر میں طلاق لے رہا ہے اُس میں وہ عورت سے مُحَبَّت نہ کرے، ورنہ ایسی طلاق بھی ”بدعت“ ہونے کی بنا پر حرام ہوگی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ طَاهِرَةٌ فِي غَيْرِ جَمَاعٍ: عدت کے وقت طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو پائی کی حالت میں بغیر مُحَبَّت کے طلاق دے۔

غرض علماء کا اس پر اجماع (اتفاق) ہے کہ حائضہ (حیض والی عورت) کو ایسی پائی کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے جس میں وہ بیوی سے مباشرت کر چکا ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہ بات حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہوئی حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے۔

۵۵۹ شرح معانی الآثار (لحمادی) ۳۳/۲، مطبوعہ کراچی

۵۶۰ شرح نسائی، از علامہ سیوطی ۱۳۹/۶، مطبوعہ بیروت

۵۶۱ کتاب السنن، سعید بن منصور، ۲۵۹/۱، مجلس علمی ڈابھیل (سورت)

اور پر کا مسئلہ اُس مطلقہ حائضہ (حیض والی) سے متعلق ہے جس سے مباشرت کی جا چکی ہو۔ اس کے برعکس وہ مطلقہ حائضہ جس سے مباشرت نہ کی گئی ہو، اُسے طہر اور حیض دونوں حالتوں میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ نیز اسی طرح نابالغ بیوی جس کو حیض بالکل ہی نہ آتا ہو اُسے بھی جب چاہے طلاق دی جاسکتی ہے۔ اور اسی طرح آئسہ (عمر رسیدہ عورت جسے حیض ہی نہ آتا ہو) اُسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔

۴۰۔ طلاق کے چند اہم ضوابط

مسند دارقطنی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ طلاق کی (وقت کے اعتبار سے) چار صورتیں ہیں، جن میں سے دو حلال اور دو حرام ہیں۔ حلال اس صورت میں ہوگی جب کہ عورت: (۱) طاہرہ ہو یعنی حیض کی حالت میں نہ ہو، نیز اُس طہر میں عورت سے مباشرت بھی نہ کی ہو (۲) یا وہ حاملہ ہو اور اُس کا حمل پوری طرح ظاہر ہو چکا ہو۔

اور طلاق کے حرام ہونے کی دو صورتیں یہ ہیں: (۱) عورت حیض کی حالت میں ہو۔ (۲) یا ایسے طہر کی حالت میں ہو جس میں اُس سے مباشرت بھی کر چکا ہو، اور اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ حل ٹہر گیا ہے یا نہیں؟ مطلب یہ کہ جب یہ بات وثوق سے معلوم ہو جائے کہ عورت کو حل ٹہر گیا ہے تو اُس وقت اُسے صحبت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حاملہ عورت حیض کی حالت میں نہیں ہوتی۔ لہذا اس میں طلاق بدعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

”عدت گنتے رہو“ یعنی جب طلاق واقع ہو جائے تو فوراً اُس بات کی تحقیق کر لو کہ طلاق کس حالت میں ہوئی ہے اور طہر کب شروع ہوا ہے؟ پھر اس کے بعد ٹھیک ٹھیک حساب رکھتے ہوئے تین مکمل حیض شمار کر لو۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ رجعت (شوہر کا رجوع کرنا) عدت ختم ہونے کے بعد ہو (جب کہ شوہر تاخیر سے رجوع کرتا ہو) یا دوسرا نکاح غلطی سے عدت ختم ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔ اور یہ دونوں

باتیں شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہیں۔

۴۱۔ عدت شوہر کے گھر میں گزارنا واجب ہے

”اور تم مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو؛ مطلقہ عورت کو خواہ اُسے طلاق رجعی دی گئی ہو یا طلاق بائن، کسی بھی صورت میں طلاق کے فوراً بعد گھروں سے نہیں نکالنا چاہئے (جیسا کہ آج کل کے جھگڑا کا طریقہ ہے اور ایسا کرنا بالکل حرام ہے) شریعت نے واجب قرار دیا ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت شوہروں کے گھروں میں یا جس مقام پر ان کی تسفیل بود و باش رہتی ہو، دیں پر گزاریں۔ کیونکہ طلاق رجعی ہونے کی صورت میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے اور بائن ہونے کی صورت میں عورت کے حاملہ ہونے یا نہ ہونے کا پتہ چل سکتا ہے۔ اور یہ دونوں فوائد عورت کے اخراج کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس بہت سی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لہذا ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کی غرض سے شریعت نے عدت مرد کے گھر میں گزارنے کا حکم دیا ہے۔ چونکہ طلاق والی عورت شوہر کے بعض حقوق کی حاملہ عدت کے ایام میں شوہر کے گھر میں مقیم رہتی ہے، اس لحاظ سے اس کے شوہر کا گھر گویا کہ اُس کا ”اپنا ہی گھر“ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ تاکید کر رہا ہے کہ اس مدت کے پوری ہونے تک انہیں ”اپنے گھروں“ سے مت نکالو۔“ اور طلاق یافتہ عورتیں خود بھی باہر نہ نکلیں“ یعنی مطلقہ عورتیں خود بھی اپنے اختیار سے شوہر کے گھروں سے باہر نہ نکلیں، چاہے انہیں طلاق رجعی دی گئی ہو یا بائن۔ ہاں اگر کسی ضرورت (مجبوری) کے تحت ہو تو جائز ہے۔ مثلاً جس گھر میں وہ رہتی ہوں اُس کے مہمند ہو جانے کا خطرہ ہو، یا چوری کا خوف ہو، یا مکان کا کرایہ نہ ہو، یا جگہ کی تنگی ہو، یا شوہر فاسق اور طلاق بائن ہو اور ان دونوں کے درمیان حائل ہونے والا کوئی قادر شخص موجود نہ ہو۔ وغیرہ۔

”ہاں اگر مطلقہ عورتیں کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں تو اور بات ہے۔“ یعنی کسی طلاق یافتہ عورت کو عدت کے دوران شوہر کے گھر سے باہر نکالنا صرف اُس وقت جائز ہو سکتا ہے جب کہ اُس سے کوئی

کھلی ہوئی بے حیائی سرزد ہو جائے۔ کھلی ہوئی بے حیائی سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی تفسیر میں کئی باتیں منقول ہیں۔ مثلاً: زنا، زبان درازی، چوری، نافذانی یا بظاہر ضرورت گھر سے باہر نکلنا وغیرہ۔

۴۲۔ طلاقِ رجعی میں ندامت نہیں ہوتی

”تمہیں کیا معلوم، ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کرے؟“ یعنی دلوں کو بدل ہے، کیونکہ وہ مُقَلَّب القلوب ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس دورانِ عورت کے ساتھ بغض کو محبت میں بدل دے جس کے باعث وہ رجوع کر کے مُطْلَقہ کو پھر سے بیوی بنانے پر راضی ہو جائے۔ اس میں تعلیم ہے کہ بیوی کو ہر حال میں طلاقِ رجعی دی جائے۔ ورنہ بیک وقت تین طلاق داغ دینے کے بعد تلافی مافات کی اُمید ہی نہیں رہ جاتی، سوائے حلالے کے جو ایک معیوب بات ہے۔

۴۳۔ عدت میں ہیر پھیر کرنا جائز نہیں ہے

”جب مُطْلَقہ عورتوں کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو جائے تو پھر انہیں یا تو قاعدے سے رکھ لو یا قاعدے کے مطابق جُدا کر دو“ (آیت ۲)۔ مطلب یہ کہ جب عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو گویا کہ اب جُدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لہذا ایسے فیصلہ کن موقع پر مرد کو چاہئے کہ وہ وقتی جذبات و کیفیات کو ترک کر کے کسی قطعی فیصلے تک پہنچ جائے۔ اور اس وقت اُس کے سامنے صرف دو ہی راستے رہ جاتے ہیں: (۱) یا تو وہ سیدھے طریقے سے رجوع کر لے اور مُطْلَقہ کو پھر سے اپنی بیوی بنا کر رکھ لے (۲) یا پھر شرافت اور حُسنِ اخلاق کے ساتھ اُسے رخصت کر دے۔ مگر اُس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مُطْلَقہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کوئی حرکت کر بیٹھے۔ مثلاً رجوع تو کر لیا مگر اُسے خواہ مخواہ تنگ کرنے کی غرض سے دوبارہ طلاق دے دی۔ یا عدت گزرنے کے بعد (یا اُس سے پہلے) اُسے ذلیل و خوار کر کے گھر سے نکالا وغیرہ۔ بلکہ اسے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصتی کے وقت بطور تحفہ کچھ چیزیں دے کر باوقار طریقے سے رخصت کرنا چاہئے۔

۴۴۔ رجعت میں گواہ بنانا واجب کیوں نہیں ہے؟

”اور اس پر اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بناؤ“ (آیت ۱)۔ اکثر علماء کے نزدیک رجعت کے لئے گواہ بنانا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ چونکہ طلاق دینے کی صورت میں گواہ بنانا متفقہ طور پر واجب نہیں ہے، لہذا وہ رجعت کے لئے بھی واجب نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ بعض صورتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس لئے ایسی حالت میں دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالینا زیادہ بہتر ہے، تاکہ بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔

۴۵۔ طلاق غصہ اُتارنے کی چیز نہیں ہے

”جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اُس کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نکال دے گا۔“ (آیت ۲)۔ اس میں یہ اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ ایک مسلمان کو معمولی یا غیر معمولی کسی بھی حال میں حُسنِ اخلاق اور حُسنِ معاشرت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ ہر حال میں خوفِ خدا اور خوفِ آخرت ہونا چاہئے۔ کسی واقعہ یا کسی بات پر اُسے اس قدر مشتعل نہیں ہو جانا چاہئے کہ وہ عقل و حواس کو کھوکھڑیات کا غلام بن جائے اور اپنی رفیقہ حیات کو بیک وقت تین طلاق دینے کی حماقت کر بیٹھے۔ کیونکہ اول تو طلاق بجائے خود کوئی غصہ نکالنے والی چیز یا انتقامی کاروائی نہیں ہے، بلکہ وہ شدید مجبوری کی حالت میں میاں بیوی کو جُدا کرنے کا آخری چارہ کار اور آخری فارمولا ہے۔ لہذا جو چیز آخری فارمولا اور آخری حل ہو اُسے پہلے ہی مرحلے میں استعمال کر بیٹھنا ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ اور پھر بیک وقت تین طلاق دینا تو طاپ کے سائے دروازے خود ہی بند کر لینا ہے۔ بہر حال اللہ نے جس چیز کو باندھا ہے اُسے توڑتے وقت کسی کے دل میں اگر واقعی خدا کا ڈر ہو تو وہ ایسا انتہائی قدم ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ اور اگر اٹھائے گا تو شریعت کے مقرر کردہ حدود کے اندر اٹھائے گا۔ لہذا خوفِ خدا کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی شخص بیک وقت تین طلاق دے کر انتہائی قدم نہ اٹھائے اور اپنے آپ پر ظلم نہ کرے، بلکہ مسنون طریقے کے مطابق صرف

ایک طلاق دے۔ اس صورت میں دوبارہ ملاپ کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے گا تو ملاپ کا کوئی راستہ نکال دے گا۔

اس آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی کو طلاق دینا اشد ضروری ہو جائے تو اس صورت میں وہ صرف ایک طلاق دے، تاکہ دوبارہ ملاپ کا دروازہ بند نہ ہو۔

۴۶۔ تین طلاق کا ثبوت قرآن سے

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ (جو شخص اللہ سے ڈرے گا.....) طلاق کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی چنانچہ ابو داؤد میں مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں لے دی ہیں۔ (لہذا اس بارے میں آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟) راویؒ حدیث کہتے ہیں کہ آپ (کچھ دیر) خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کر لیا کہ آپ اس کی بیوی کو لوٹا دیں گے۔ (مگر) آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے، پھر کہنے لگتا ہے کہ لے ابن عباس! لے ابن عباس! (تو تم اچھی طرح کان کھول کر سن لو) اللہ نے فرمادیا ہے: ”جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اُس کے لئے بچاؤ کا راستہ نکال دے گا“ مگر تم اللہ سے نہیں ڈرے۔ (بلکہ اُس کے حکم کی خلاف ورزی کی) لہذا میں تمہارے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔ حالانکہ اللہ نے فرمادیا ہے: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَقُوهُنَّ لِعَدَّتِ بَيْتِهِنَّ) لے بی بی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر (یعنی گنتی کے شروع میں طلاق دو)۔

بیک وقت دی ہوئی تین طلاق کے واقع ہو جانے پر یہ ایک قطعی اور نمکٹ دہل ہے جس میں کسی قسم کے قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر اس طرح کرنا سخت گناہ کی بات ہے، کیونکہ وہ خدا کی نافرمانی کا باعث ہے۔ ایک مسلمان جسے خدا اور آخرت کا خوف ہو اُس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ سنت رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیک وقت تین طلاق دے کر نہ صرف دینی و شرعی اعتبار سے گنہگار ہو

بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی مصیبت مول لے۔ کیونکہ اس قسم کا سخت اقدام اکثر و بیشتر فسادِ معاشرت اور فسادِ تمدن کا باعث بنتا ہے۔ اور اس سے معاشرے میں مرد کی بڑی بچی و رسوائی ہوتی ہے۔ لہذا اس قسم کا انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہئے اور طلاق کو کسی بھی صورت میں ایک کھیل یا مذاق نہیں بنانا چاہئے۔

۴۷۔ مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے

اوپر مذکور آیات ۱-۳ میں بیان حیض والی عورتوں کا چل رہا تھا۔ اور اب آیت ۴ میں ان عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن کو حیض نہیں آتا۔ اور ان میں تین قسم کی عورتیں شامل ہیں: (۱) عمر رسیدہ یا دہ عورتیں جن کو کسی علت کی بنا پر حیض نہ آتا ہو۔ (۲) نابالغ لڑکیاں۔ (۳) حاملہ عورتیں۔ تو پہلی دو قسم کی عورتوں کی عدت تین قمری مہینے ہے۔ اور حاملہ کی عدت وضعِ حل ہے۔ اس طرح منطقی اعتبار سے ان آیات میں ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کر دی گئی ہے۔

۴۸۔ کم سن لڑکی کا نکاح جائز ہے

نیز اس آیت (۴) کی رو سے ایک اور ضمنی مسئلہ یہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے کم سن یعنی نابالغ لڑکی کا نکاح بالکل درست ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ایسی لڑکیوں کی عدت کا بیان موجود ہے جن کو ابھی حیض نہ آتا ہو۔ (وَالَّذِي لَمْ يَحْضُ) اور ایسی لڑکیاں عدت بھی گزار سکتی ہیں، جب کہ ان کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے ہو چکا ہو۔ اسی حکم الہی کو ثابت کرنے کے لئے غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کم سنی کی حالت میں کیا تھا، جیسا کہ صحاح ستہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور فقہاء نے اس حکم الہی اور سنت رسول کے پیش نظر اس باب میں تفصیلی مسائل و ضوابط وضع کئے ہیں۔

۴۹۔ مطلقہ عورتوں کو عدت کے دوران جائے رہائش

”مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق دیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کی غرض سے تکلیف نہ دو۔“ یعنی عدت کے دوران ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق طلاق شدہ عورت کو رہنے کی جگہ (مسکن) اور دیگر آسائشیں فراہم کرے اور مطلقہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے، نہ ذہانی و قوی طور پر ظلم و

تشیع کر کے اور نہ ہی ان کی ضروریات فراہم کرنے میں تنگی کر کے۔ بلکہ جس طرح ایک رخصت ہونے والے ہمان کا اعزاز و اکرام کیا جاتا ہے اسی طرح مطلقہ عورتوں کو بھی اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کی ہمان نوازی کر کے انہیں رخصت کرنا چاہئے۔ اور معاملے کو اللہ کے حوالے کر دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہر حال میں حسن اخلاق کی سختی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک ضروری مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلقہ بائٹہ ہے (چاہے اُسے ایک طلاق دی گئی ہو یا تین) تو اب چونکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے اس لئے ایسی عورت کو عدت کے دوران اپنے سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر طلاق رجعی ہے تو پھر پردہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نکاح ابھی باقی ہے۔

۵۰۔ مطلقہ عورتوں کو نفقہ عدت دیا جائے

اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو انہیں نفقہ (خرچہ) اُس وقت تک دیتے رہو جب تک کہ ان کا حمل وضع نہ ہو جائے؟ (آیت ۶)۔ چنانچہ پوری اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حل والی مطلقہ کا نفقہ ادا مسکن (جائے رہائش) دفع حل تک طلاق دینے والے شخص کے ذمہ واجب ہے۔ اسی طرح جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کا نفقہ و مسکن بھی باتفاق اُمت واجب ہے۔ اب یہی وہ مطلقہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہو، یا جسے تین طلاق دی گئی ہو، یا جس نے حلع حاصل کر لیا ہو، تو اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو بھی نفقہ اور جائے رہائش عدت کے دوران مل سکتے ہیں یا نہیں؟ تو حنفی مسک کے مطابق ہر قسم کی طلاق والیوں کے لئے نفقہ اور جائے رہائش ضروری واجب ہے۔

۵۱۔ دودھ پلائی کی اُجرت کب ضروری ہوگی؟

”پھر اگر وہ تمہارے (بچوں) کے لئے دودھ پلائیں تو تم ان کا معاوضہ دے دو“ (آیت ۶)۔ اس خُدادی حکم سے صاف صاف اس حقیقت پر روشنی پڑ گئی کہ وضع حل سے پہلے میاں بیوی کے درمیان جو ”تھوڑا بہت“ رشتہ باقی تھا وہ بھی پوری طرح ٹوٹ چکا ہے۔ اور اب مطلقہ عورت عدت

گزر جانے کے بعد طلاق دینے والے کے لئے بالکل اجنبی بن چکی ہے۔ اور بچے کو دودھ پلائی کی اُجرت دینا اس کی واضح دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ رشتہ نکاح باقی ہونے کی صورت میں دودھ پلائی کی اُجرت دینا ایک بے معنی بات ہے۔ کیونکہ شریعت میں ایک ایسے کام کے لئے جو شرعی اعتبار سے بطور فریضہ عائد ہوتا ہو اُس پر کسی قسم کا معاوضہ یا اُجرت لینا جائز نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ موجودہ دور میں جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عدت گزر جانے کے بعد بھی اسلامی شریعت کی رُوسے مروا اور عورت بالکل اجنبی نہیں بن جاتی، یا عدت گزر جانے کے بعد بھی مرد کے ذمہ نفقہ دینا ضروری ہے جیسا کہ مغربی قوانین میں رواج ہے وغیرہ، تو اس قسم کے دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں، جو اسلامی شریعت کے خلاف ہیں۔

۵۲۔ بچے کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا

آخری آیت (۷) سے دو اہم مسئلے ثابت ہوتے ہیں جو یہ ہیں: (۱) نفقہ مرد کی حیثیت کے مطابق ہوگا یعنی شوہر اگر امیر ہے تو بیوی کو بھی امیرانہ نفقہ ملے گا۔ اور اگر غریب ہے تو بیوی کو غریبانہ طور پر نفقہ ملے گا، خواہ بیوی کی حالت کیسی ہی ہو۔ (۲) بچے کا نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے ماں پر نہیں۔

۵۳۔ مسلمان احکام الہی سے رُوگردانی نہ کریں

ان آیات میں جگہ جگہ اللہ سے ڈرنے اور اُس کی حکم عدولی سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چونکہ طلاق عدت کا معاملہ ایسا ہے جس میں عام طور پر بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور آدمی اکثر و بیشتر مٹ دھری پر اُتر آتا ہے۔ اس لئے موقع کی مناسبت سے بڑے بلیغ اور کھرے کھلے انداز میں لوگوں کو مستنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس قسم کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے ہوئے اور روز جزا کا لحاظ کرتے ہوئے باہم ظلم و زیادتی کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنے سے باز آئیں۔ نیز اسی طرح جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے

طلاق اور عدت کے چند اہم مسائل

حدیث کی روشنی میں

حدیث رسول کی شرعی حیثیت و اہمیت

اسلامی شریعت کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے اور دوسرا ماخذ حدیث شریف۔ اور یہ دونوں بنیادی ماخذ مسلمانوں کے لئے ہر صورت میں قابلِ حجت ہیں۔ قرآن اور حدیث سے جو حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے اُس میں کسی سلطان کے لئے جوں و چرا کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ مگر ان دونوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت سی باتیں مجمل اور مختصر طور پر مذکور ہیں، جن کی شرح و تفصیل حدیثوں میں کی گئی ہے۔ اور یہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی حیثیت سے بھی موجود ہیں اور ان واقعات کی شکل میں بھی جو در رسالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے صحابہ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اور ان واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اقضاء کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ گویا کہ آپ نے صحابہ کرام کو عملی زندگی میں قرآن مجید کو لاگو کرنے اور اس کے مقاصد کے مطابق فیصلہ کرنے کی تربیت دی تھی۔ اس اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل ہر مسلمان کے لئے قابلِ حجت ہے اور ان کے ملاحظہ سے گویا کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہمارے سامنے آتی ہے۔

بہر حال حدیث شریف کے قوانین بہت دافع ہیں۔ مگر چونکہ ان کی عملی تطبیق مختلف اوقات میں ہوئی ہے لہذا کہیں کہیں کچھ ظاہری اختلاف بھی نظر آتا ہے، جو زیادہ تر فردی امور و مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی بنا پر فقہاء کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ مگر یہ اختلاف اُمت کے لئے مجموعی حیثیت سے چنداں مُضر نہیں ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو اس میں عملی طور پر وسعت نظر آتی ہے۔ گنتی کے صرف چند مسائل ایسے ہیں جہاں پر جائز و ناجائز کی بحث پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انہی معدودہ چند مسائل میں تین طلاق کا مسئلہ بھی ہے، جس نے موجودہ دور میں سخت اختلافی شکل اختیار کر لی ہے۔

ہوئے مطلقہ عورتوں کے ساتھ شریفانہ رویہ اختیار کریں گے اور خدا کی تلقین کے مطابق اُن کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے رزق کو کشادہ بھی کرے گا اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بہتر سے بہتر حل بھی نکالے گا۔ لہذا ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں احکامِ الہی سے رُذکر دانی کرتے ہوئے تہذیب و اخلاق اور شرافت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اس اعتبار سے یہ ہدایتیں شرعی احکام اور اخلاقی ضوابط دونوں پر مشتمل ایک بہترین مجموعہ اور بہترین گلدستہ حیات کی حیثیت رکھتی ہیں، جن پر عمل کر کے مسلمان دُنیا و دنیا دونوں کی سعادتوں سے مالا مال ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ تمام مخلوقات کا خالق اور پروردگار ہے، اس لئے اس کے احکام ہر مخلوق اور ہر انسان کے مناسب حال ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی مخلوقات کی فطرت اور ان کی ساخت سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ ہر مخلوق اور ہر انسان کو اُس کی فطرت اور اُس کی ساخت کے مطابق احکام دیتا ہے۔ اور کسی پر ضرورت سے زائد بوجھ نہیں ڈالتا، جیسا کہ زیرِ نظر آیات میں سے آخری آیت اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو خالق اور رب (پروردگار) تسلیم کرنے کا تقاضا ہے کہ اس کے حکموں پر بے چوں و چرا عمل کیا جائے۔ اور کسی بھی حال میں اُس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ ورنہ حکمِ عدولی کی صورت میں نافرمانوں کا انجام بہت بُرا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اسی سورۃ طلاق کی باعد کی آیات (۸-۱۱) میں اس کا بیان ہے کہ سرکش لوگوں کا انجام بہت بُرا ہو سکتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو اُس کے حکموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور بعض لوگ اس سلسلے میں لپٹے مسلک سے مطابقت رکھنے والی صرف ایک یا دو حدیثوں کو صحیح مان کر بقیہ تمام حدیثوں کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیثیں "صحاح ستہ" یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ہیں، جو حدیث رسول کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ روش نہ صرف دین سے بے اعتباری اور انکارِ حدیث کے رُحمان کو تقویت پہنچاتی ہے بلکہ صحابہ کرام کے عمل اور ان کے فہم و راست کو بھی شبہ اور نا قابلِ بحث بنادیتی ہے اور صحابہ کرام کے عمل کو شبہ یا ناقابلِ عمل بنانے کا منطقی نتیجہ ظاہر ہے کہ پچھلے دین سے بے اعتباری کی شکل میں نمودار ہوگا اور ایک خطرناک قسم کی تشکیک پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ دین کے بہت سے احکام و مسائل صحابہ کرام کے قول و فہم اور ان کے عمل سے تعلق رکھتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست تربیت یافتہ تھے۔ لہذا ان کی سنت اور ان کے فتاویٰ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہمارے سامنے حدیث کے جو مختلف مجموعے موجود ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے علاوہ صحابہ کرام کے فتاویٰ اور ان کے افعال و اعمال بھی مذکور موجود ہیں۔ اور فقہائے کرام نے انہی بھی فقہ کی ایک بنیاد قرار دیتے ہوئے اپنے قیاس پر صحابہ کرام کے فتاویٰ کو مقدم رکھا ہے، جو ایک صحیح اور درست اصول ہے۔ کیونکہ سنتِ رسول کی طرح صحابہ کا قول و عمل بھی نجات ہے۔ اس اعتبار سے فہم و تدبر کا صحیح تقاضا ہے کہ کسی ایک حدیث کا انکار کئے بغیر تمام حدیثوں کو ایک وسیع چوکھٹے کے اندر فٹ کر کے ان کے باہمی اور ظاہری تعارض و تضاد کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور ہر حدیث کو اس کا صحیح مقام عطا کیا جائے۔ ورنہ سرشارِ حیات ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا اور سوائے ناکامی اور گریبگی کے اور کوئی چیز ہاتھ نہ آسکے گی۔

غرض اس باب میں جو مختلف حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں وہ اسی مقصد کے تحت مختصر اور عام فہم تشریح و توضیح کے ساتھ اس انداز میں پیش کی جا رہی ہیں کہ ان میں باہم کوئی تعارض و تضاد نہ رہے اور قرآن و حدیث کا صحیح حکم اور صحیح مسئلہ پوری طرح واضح اور مدلل ہو کر سامنے آجائے۔ یہ مضمون چونکہ عوام اور متوسط طبقے کے لئے ہے، اس لئے اس میں زیادہ دقیق علمی بحثیں نہیں کی گئی ہیں، بلکہ عام فہم انداز میں چند موٹے موٹے اصول اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ عوام کے ساتھ ساتھ خواص کی بھی ذہن سازی ہو جائے۔ اور خواہ مخواہ کے نزاع سے اُمت کو نجات مل سکے۔

آج کل اسلامی شریعت کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں ہمارے ملک میں جو تحریک چلائی جا رہی ہے اس کی شکایت یہ ہے کہ اسلامی قانون پر براہِ راست حملہ کرنے سے بچنے کے لئے صحیح اسلامی قوانین میں بعض شبہات پیدا کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں قانون صحیح اسلامی قانون نہیں بلکہ ایجادِ بندہ ہے۔ گویا ان لوگوں کو صحیح اسلامی قانون نافذ کرنے کی بڑی "فکر" ہے۔ اور یہ لوگ جن قوانین پر اعتراض کرتے ہیں ان میں تین طلاق کا مسئلہ بھی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن اور حدیث کی دوسری ایک لفظ دی ہوئی تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔ اور جن فقہاء نے ان کے وقوع کا فتویٰ صادر کیا ہے وہ غلط ہے۔ اور وہ یہ بات قرآن اور حدیث کا صحیح علم حاصل کئے بغیر محض اسلامی شریعت میں شبہ پیدا کرنے کی غرض سے کہتے ہیں۔ لہذا ضرورت تھی کہ یہ مسئلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں آسان طور پر اس طرح پیش کیا جائے کہ متوسط اور کم پڑھے لکھے لوگ بھی اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں اور انہیں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہ جائے اور نہ وہ کسی کے بہکا دے میں آسکیں۔ اس مقصد کے پیش نظر اس سلسلے کی چند اہم حدیثوں کو مختصر تشریح کے ساتھ آسان و سبکے ہوئے انداز میں پیش کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اور اس کوشش کا اولین مقصد یہی ہے کہ مسلمان اپنی شریعت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور پھر پورے خلوص کے ساتھ اس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے مالا مال ہوں۔

۱۔ طلاقِ سنت کیا ہے ؟

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرْءٌ فَلْيَلْجِئْنَا: ثُمَّ لَيْسَ كَاحْتِاقِ نَظَرٍ ثُمَّ يُخْفَرُ ثُمَّ تَطْهَرُ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمْسَ. فَبَلَكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطْلَقَ لَهَا الْبَتَاءُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس بارے میں (فتویٰ) طلب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عبداللہ کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے مراجعت کر لیں۔ (یعنی طلاق واپس لے لیں)۔ پھر وہ رُکے رہیں یہاں تک کہ بیوی حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر وہ دوبارہ جنس کے بعد پاک ہو جائے تب وہ اگر چاہے تو اسے دوک لیں (یعنی بیوی بنا کر لکھ لیں)۔ یا اگر چاہے تو اسے چھونے (مباشرت کرنے) سے پہلے طلاق دے دیں۔ تو یہ وہ عدت (گنتی) ہے جس کے مطابق اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ (یعنی سورۃ طلاق کی آیت ۱ کے مطابق)۔ ۱

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے یوں فرمایا: مُرَّةٌ فَلْيُرْجِعْهَا ثُمَّ لِيُطْلِقْهَا إِذَا طَهَّرْتَ أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ: یعنی اپنے لڑکے کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی کو لوٹالیں۔ پھر وہ یا تو اسے طہر کی حالت میں طلاق دیں یا حمل کی حالت میں۔ ۲

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو حیض کی حالت میں یا ایسے طہر میں جس میں شوہر نے بیوی سے ہم بستری کی ہے طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں کسی نے اپنی منکوحہ کو ایک یا دو طلاق دی ہے تو اسے طلاق واپس لینا (رجوع کرنا) واجب ہوگا بلکہ لیکن اگر عورت حاملہ ہو تو اسے جب چاہے طلاق دی جاسکتی ہے۔

۲۔ کیا حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی؟

عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ. فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِيُرْجِعْهَا. ذَلْتُ أَلْتَحَسِبُ؟ قَالَ قَدْ!

ترجمہ: ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنی بیوی

۱۔ بخاری ۱۹۳/۶، مطبوعہ استانبول، مسلم ۱۰۹۳/۲، ابوداؤد ۶۳۲/۲، مطبوعہ مصر، نسائی ۱۳۸/۶

بیروت، ابن ماجہ ۶۵۱/۱، بیروت، موطا امام مالک ۵۴۶/۲، مطبوعہ بیروت

۲۔ ابوداؤد ۶۳۲/۲، ترمذی ۴۷۹/۳، نسائی ۱۳۱/۶، ابن ماجہ ۶۵۲/۱

۳۔ ہدایہ، معقول از فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی، ۳۴۹/۹، مطبوعہ ریاض

کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی تو حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی کو لوٹالیں۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا وہ طلاق شمار کی جائے گی؟ تو انہوں نے فرمایا اور کیا؟ (یعنی وہ ساقط نہیں ہوگی)۔ ۱

بعض راویوں نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے سائل کے جواب میں یوں فرمایا: مَا يَمْنَعُهُ؟ أَرَأَيْتَ إِنْ تَجَزَّوْا وَاسْتَحْمَقْتُمْ؟ یعنی یہ طلاق واقع ہونے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ کیا میرے عاجز ہو جانے یا احمق بن جانے کی وجہ سے یہ حکم لاگو نہ ہوگا؟ ۲

ایک دوسری روایت میں اس کی مزید وضاحت اس طرح ملتی ہے: فَأَعْتَدْتَ بِلَيْلَتِ النَّطْلِيقَةِ الَّتِي طَلَقْتَ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ مَا لِي لَا أَعْتَدُ بِهَا؟ وَإِنْ كُنْتُ تَجَزَّوْا وَاسْتَحْمَقْتُمْ: یعنی سوال کرنے والے نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس طلاق کو شمار کیا تھا جب کہ آپ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس طلاق کو کیوں نہ شمار کرتا؟ جب کہ میں (طلاق کا سنت طریقہ جاننے سے) عاجز تھا اور حماقت کر بیٹھا تھا! ۳

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے اپنے واقعہ کا اعتراف اس طرح کیا ہے: وَحَسَبْتُ لَهَا النَّطْلِيْقَةَ الَّتِي طَلَقْتُهَا: میں نے اپنی بیوی کو جو ایک طلاق دی تھی اس کو شمار کیا ہے

ابن عمرؓ نے چون کہ ایک طلاق دی تھی اس لئے بخاری شریف کی تصریح کے مطابق ان کے حساب میں ایک طلاق شمار کی گئی: حُسِبَتْ عَلَيَّ بِنَطْلِيْقَةٍ: ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے کھاتے میں ایک طلاق ڈالی گئی ہے

تشریح: جس طرح قرآن مجید کی مختلف آیات و مقامات ایک دوسرے کی تفسیر و تفسیر

۱۔ بخاری ۱۹۳/۶، مسلم ۱۰۹۷/۲، ابوداؤد ۶۳۶/۲، نسائی ۱۳۱/۶، ابن ماجہ ۶۵۱/۱

۲۔ دیکھ صبح مسلم کتاب الطلاق

۳۔ بخاری ۱۹۳/۶

کرتے ہیں، اسی طرح حدیث شریف کے ان مختلف بیانات سے بھی اس مسئلے کی پوری پوری اور تشفی بخش تفسیر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ غرض ان مختلف روایات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی نے غیر سنت طریقے کے مطابق اپنی بیوی کو حالت حیض وغیرہ میں طلاق دی تو وہ طلاق لغویا باطل نہیں ہوگی جیسا کہ شیعوں وغیرہ کا مسلک ہے، بلکہ وہ شمار کی جائے گی۔ کیونکہ اول تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی طلاق میں رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق واقع ہو چکی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ خود ابن عمرؓ نے اس طلاق کو شمار کیا ہے، جن کے ساتھ واقعہ پیش آیا تھا۔ اور بقول طحاوی اس سلسلے میں مروی روایات "حدیث تواتر" (بکثرت مروی روایات جن پر جھوٹ یا شک و شبہ کا احتمال نہ رہے) کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کی طلاق واقع نہ ہو تو پھر مرجعت (رجوع کرنے) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود امام بخاری نے ایسی طلاق کو شمار کرتے ہوئے اس کے لئے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے وہ یہ ہے: "بَابُ إِذَا طُلِقَتِ الْمَخَالِصُ يُعْتَدُّ بِذَلِكَ الطَّلَاقُ" یعنی حیض والی عورت کو جب طلاق دی جائے گی تو وہ طلاق شمار ہوگی۔

حاصل یہ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو غیر سنت طور پر طلاق دی تو وہ لغویا باطل نہیں ہوگی۔ (جیسا کہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے) بلکہ شمار کی جائے گی۔ اگر ایک دی ہے تو ایک شمار ہوگی، دو دی ہیں تو دو شمار ہوں گی اور اگر تین دی ہیں تو تین شمار ہوں گی۔ کیونکہ غیر سنون طریقے سے واقع شدہ فعل لغویا ٹھیل نہیں ہوتا، بلکہ اپنے منطقی اثرات ضرور رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب غیر شرعی یا غیر سنون طریقے پر دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے تو پھر اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ ایک ہو یا دو یا تین یعنی جس طرح ایک واقع ہو سکتی ہے اسی طرح دو اور تین بھی واقع ہو سکتی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اس قسم کی طلاق کو شمار نہ کرنا ان صاف و صریح حدیثوں کا انکار کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض اپنی رائے یا قیاس یا عقلی احتمالات کی

رو سے ان احادیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس قسم کا اقدام اتباع سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ بات نہ صرف خلاف شرع ہے بلکہ وہ خلاف عقل بھی ہے اس کی مزید وضاحت اگلی حدیث سے بخوبی اہر جائے گی جس کے مطابق غیر سنون طریقے سے دی ہوئی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔

۳۔ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں

وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ: أَمَا أَنْتَ طَلَقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهَذَا - وَإِنْ كُنْتَ طَلَقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرَمْتَ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ، وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْكَ اللَّهُ فِيمَا أَمَرَكَ مِنْ طَلَاقٍ امْرَأَتِكَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے جب کوئی اس واقعہ کے بارے میں پوچھتا تو آپ یوں فرماتے: (رجوع کرنا اُس وقت ہے جب کہ تم اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے چکے ہو۔ (اسی بنا پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ ورنہ اگر تم تین طلاقیں دے چکو تو تمہاری بیوی تم پر حرام ہو جائے گی، جب تک کہ وہ تمہارے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔ مگر اس صورت میں تم اللہ کے تلقین کروہ طریقے کے مطابق طلاق نہ دے کر اُس کے نافرمان نہ ہو گے۔

تشریح: امام بخاری نے اس روایت کو کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ اہل علم کے نزدیک جب کوئی شخص تین طلاق دے دے تو بیوی اُس پر حرام ہو جاتی ہے۔ (وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِذَا طُلِقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ)۔

یہ حدیث تین طلاقیں کے وقوع کے بارے میں ایک قول فیصل ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ پیش آیا تھا، جس کے باعث انہیں اس مسئلے میں زیادہ تحقیق کرنے اور اُس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کا موقع ملا تھا۔ اسی بنا پر آپ عمر بھر لوگوں کو یہی فتویٰ دیتے رہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی

ہیں، جیسا کہ اس سلسلے کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ جس طرح اپنے واقعہ کی تطبیق کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ ایسی صورت میں جب کہ انہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلے میں مراجعت کی ہے۔ پھر اس کے بعد آپ لوگوں کو اس مسئلے کے فیصلہ دفرانہ سمجھا رہے ہیں اور اپنے واقعہ کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہیں۔

غرض اس سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، نفور نہیں ہوتیں، جیسا کہ شیعوں وغیرہ کا مسلک ہے۔ اور جو لوگ تین کو ایک قرار دیتے ہیں نہ صرف خلاف شریعت ہے بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔ اور بعض حدیثوں سے اس مسئلے پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے کہ خود دو در رسالت میں بھی بیک وقت تین طلاق دینے کا رواج موجود تھا۔ جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو گا۔

۴۔ دو در رسالت میں تین طلاق کا ثبوت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضَبًا ثُمَّ قَالَ أَيْلَعَبُ بَكْتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ؟ حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَفْتُلُهُ؟

ترجمہ: محمود بن لبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ اُس نے اپنی بیوی کو پوری تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اس پر آپ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جائے گا جب کہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں؟ اس پر ایک صحابی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اُس شخص کو قتل کر دوں؟ ۳

تشریح: اس حدیث سے چند اہم حقائق ثابت ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

- ۱۔ دو در رسالت میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کا رواج موجود تھا۔ جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے: ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا۔ یعنی تینوں طلاقیں، یا جملہ تین طلاقیں۔
- ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فعل پر سخت ناراضگی ظاہر کرتی ہے کہ ایسا کرنا بہت

بڑا گناہ اور کتاب اللہ کے ساتھ ایک مذاق ہے۔

۳۔ اس حدیث میں اس بات کی صراحت موجود نہیں ہے کہ یہ تینوں طلاقیں پڑ گئیں یا نہیں؟ مگر قرینے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑ گئیں۔ ورنہ آپ اس فعل پر اس قدر شدید ردِ عمل کا اظہار نہ فرماتے۔ لہذا پچھلے اور اگلے صفحات میں جو حدیثیں مذکور ہیں ان کی روشنی میں یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

۴۔ اگر دو در رسالت میں تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کا رجحان موجود ہوتا (جیسا کہ اگلے صفحات میں مذکور حدیث ۱۵ سے ظاہر ہو گا) تو آپ اس صورت میں یوں فرماتے کہ چلو کوئی بات نہیں، تین ایک ہو گئی۔ مگر یہاں پر آپ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی۔ بلکہ شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو آپ اس قدر ناراض کیوں ہوتے؟ غرض تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کا اس میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث تین کو ایک قرار دینے کے مسلک کو غلط اور باطل ثابت کر رہی ہے۔

۵۔ یہ حدیث اپنے معنی و مطلب کے لحاظ سے اوپر مذکور حضرت ابن عمرؓ کی اُس مشہور و متواتر حدیث کے مطابق ہے جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کی حالت میں طلاق دینے پر سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی بنا پر علماء کی رائے یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔ اور اگر کسی نے طلاق رجعی دی ہے تو اس صورت میں ایسی طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے۔ تو اب جس طرح ابن عمرؓ کی حدیث سے غیر سنت طور پر دی ہوئی طلاق میں حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس حدیث کی رو سے بھی اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ یہ بھی غیر سنت طریقہ ہے۔ اور سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی حدیث کے مطابق چونکہ رجوع کرنے کی گنجائش باقی تھی اس لئے آپ نے غیر سنت طلاق میں رجوع کرنے کا حکم دیا لیکن اس موقع پر چونکہ رجوع کرنے کا حق باقی نہیں رہا اس لئے آپ نے یہاں پر ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ گنجائش ہونے کی صورت میں آپ اس کا حکم ضرور دیتے۔ ایک صحابی کا اُس شخص کے قتل پر آمادہ ہو جانا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی شدید غصے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں اس قسم کا فعل قابل ملامت ہے جو کسی بھی حال میں جائز و مشروع نہیں بن سکتا۔ لہذا تین کو ایک قرار دینے کی بات بالکل غلط اور باطل ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں سٹلوں میں غیر سنت طلاق (طلاق بدعت) کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ ورنہ جس طرح حضرت ابن عمرؓ کو حیض کی حالت میں طلاق دینے کی وجہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دیا جاتا۔ لیکن جب اس طرح کا کوئی حکم یہاں پر ثابت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تینوں طلاقیں بڑ گئیں۔ اور جب تینوں طلاقیں بڑ گئیں تو اب رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا۔ ورنہ اگر ان طلاقوں کو واقع نہ مانا جائے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ناراضگی کی کوئی دوسری معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ نتیجہ دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے، جس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ بلکہ ایک معمولی عقل والا شخص بھی یہی نتیجہ نکال سکتا ہے۔

۵۔ تین طلاق کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَرَوَجَّتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِلَّ لِلأَوَّلِ؟ قَالَ لَا، حَتَّى يَذُوقَ عَسِيلَتَهَا مَرَّةً ذَاتَ الْأَوَّلِ۔

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں تو اُس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ مگر دوسرے نے بھی اُسے طلاق دے دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے شخص کے لئے (نئے نکاح کے ساتھ) حلال ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، جب تک کہ دوسرا شخص بھی پہلے ہی کی طرح اُس کی مٹھاس چکھ نہ لے (یعنی اس سے ہم بستری نہ کر لے)۔ ۳۷۱

تشریح: امام بخاری نے اس حدیث کو بیک لفظ دی ہوئی تین طلاق کے واقع ہو جانے کو ثابت کرنے کی غرض سے پیش کیا ہے۔ نیز اس کے علاوہ دو مزید حدیثیں بھی اس سلسلے میں بطور ثبوت پیش کی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے یوں کہے کہ ”تجھے تین طلاق ہے“ تو اس صورت میں تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ اور دیگر دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ غرض یہ اور اس قسم کی دیگر تمام حدیثوں سے تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہے۔ لہذا تین طلاقوں کے وقوع کو رد کرنا یا انہیں ایک قرار دینا ان تمام حدیثوں کے خلاف ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب صحیح حدیثوں سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو پھر ان میں اپنی رائے یا قیاس کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان پر بے چوں و چرا عمل کرنا لازم آتا ہے۔

۶۔ حلالہ کے لئے خلوت صحیحہ کافی نہیں ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَيَتَرَوَّجُّهَا الرَّجُلُ فَيُغْلِقُ التَّابَ وَيُزْنِي السِّتْرَ، ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَذُوقَ عَسِيلَتَهَا، قَالَ لَا يَحِلُّ لِلأَوَّلِ حَتَّى يُجَامِعَهَا الْآخَرَ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ پھر دوسرا شخص اُس عورت سے نکاح کر کے دروازہ بند کر لیتا ہے اور پر دے کھینچ لیتا ہے۔ پھر اُس کے بعد اُس سے ہم بستری کئے بغیر اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرا اُس سے مباشرت نہ کر لے ۳۷۲

تشریح: اس حدیث نے اس مسئلے کو پوری طرح صاف کر دیا کہ تین طلاق والی عورت سے نئے مرد کا محض تنہائی میں مل لینا یا پر دے کھینچ لینا کافی نہیں ہے بلکہ مباشرت ضروری ہے، ورنہ حلالہ کی شرط پوری نہیں ہو سکتی۔ امام نسائی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: هَذَا أَذْنَى بِالصَّوَابِ:

اس باب میں یہی زیادہ صحیح ہے۔ یعنی تین طلاق کے بعد جب تک کہ عورت کا حلالہ نہ ہو جائے وہ طلاق دینے والے پر حرام رہتی ہے۔

یہ اور اس قسم کی دیگر حدیثیں قرآن مجید ہی کی تشریح و تفسیر کرنے والی ہیں۔ اس کی تفصیل پچھلے باب میں فقرہ ۹ اور ۱۰ میں آیت قرآنی ”حَتَّىٰ تَخْرُجَ زَوْجًا غَيْرُهُ“ (جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے ہم بستری نہ کر لے) کے تحت گزر چکی ہے۔ اور اس مسئلہ میں تین طلاق خواہ بیک لفظ ہو یا متفرق طور پر دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ جیسا کہ پچھلے باب کے فقرہ ۱۱ اور ۱۲ سے ظاہر ہو گیا۔

۷۔ مشروط طور پر حلالہ کرنا حرام ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْلِلَ وَالْمَحْلِلَةَ لَهُ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر ۱۳

تشریح: یعنی اگر کوئی اپنی مطلقہ عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ اس سے ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے گا تو اس طرح نکاح کرنا اور کرنا دونوں شریعت کی نظر میں حرام اور قابل لعنت فعل ہے۔ کیونکہ یہ حرکت اصول تمدن و معاشرت کے خلاف ہے۔ اور اس قسم کی شرمناک حرکت سے بجائے اصلاح کے فساد لازم آتا ہے اور خفیہ تعلقات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اسی بنا پر ایک دوسری حدیث میں حلالہ کرنے والے شخص کو ”قیس مستعار“ یعنی کرائے کا بکرا کہا گیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ هُوَ الْمَحْلِلُ. لَعَنَ اللَّهُ الْمَحْلِلَ وَالْمَحْلِلَةَ لَهُ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمایا: کیا میں تمہیں کرائے کے بکرے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا:

ضرور بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ لعنت کرے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر ۱۴ مشروط طور پر حلالہ کرنا اتنا سخت معاشرتی گناہ ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے اسے زنا تصور کرتے ہوئے ایسا کرنے اور کرانے والے پر زہم (سنگسار) کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا: لَا أُفَرِّقُ بِالْمَحْلِلِ وَلَا مَحْلِلٍ لَهُ إِلَّا لَدَيْهِ جَنْهُتُمْ۔ یعنی جب بھی میرے پاس حلالہ کرنے اور کرانے والے کو لایا جائے تو میں ان دونوں کو سنگسار کر دوں گا۔ ۱۵

لہذا ان نظام تمدن کو صحیح رخ پر چلانے کے لئے ضروری ہے کہ نکاح اور طلاق کے ضابطہ کو بغیر کسی شرط کے آزادانہ حق انتخاب کی بنیاد پر رکھا جائے۔ بہر حال حلالے کے سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس طرح مشروط طور پر نکاح کر لے مگر بعد میں طلاق نہ دے تو پہلا شوہر اسے شرعاً طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ وہ دوسرے ہی کی بیوی رہے گی۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسی عورت سے اپنی مرضی اور موافقت سے نکاح کرنے کے بعد کسی وجہ سے از خود طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں وہ پہلے شوہر کے لئے نئے نکاح کے ذریعہ حلال ہو سکتی ہے۔

اس باب میں شریعت نے اس قدر سختی اس لئے رکھی ہے تاکہ کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق ہرگز نہ دے (نہ اکٹھا طور پر اور نہ متفرق طور پر)۔ اور اگر دینا ہی ہے تو اس کے نتائج پر پہلے ہی اچھی طرح سے غور کر لے، تاکہ بعد میں اسے پچھتا نا نہ پڑے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک شخص کو پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو کہ تین طلاق دینے کے بعد اس کی محبوب ترین شے یعنی اس کی شریک حیات دوسرے کا پہلو گرمانے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی تو وہ ایسا سخت اور سنگین قدم اٹھانے سے پہلے ہزار بار غور کر لے گا۔ اسی لئے اس سنگین اقدام کی سزا بھی انتہائی سخت و سنگین رکھی گئی ہے، تاکہ شخص کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ ”تین طلاق“ گڑا گڑی کا کوئی کھیل نہیں بلکہ اپنی محبوب ترین شے اور دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی متاع سے ہاتھ دھولینا ہے۔

۸۔ غیر مدخولہ عورت کی تین طلاق کا حکم

عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْلَمُ اَنَّ مَا كَانَتْ الثَّلَاثُ تَجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ وَابْنُ بَكْرٍ وَثَلَاثًا مِنْ اِمَارَةِ عُمَرَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ۔

ترجمہ : طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوصہباء نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے دور میں نیز حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں تین (طلاق) کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ تو ابن عباس نے فرمایا ہاں۔

تشریح : ظاہری معنی و مفہوم کے لحاظ سے اس حدیث اور سابقہ احادیث میں ٹکراؤ نظر آتا ہے۔ یعنی سابقہ حدیثوں کے مطابق یہ بات سامنے آچکی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو تینوں پڑ جاتی ہیں۔ مگر اس حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق کو اسلام کے ابتدائی ادوار میں ایک قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بات درحقیقت غیر مدخولہ عورت کے بارے میں ہے، جیسا کہ اسی سلسلے کی ایک دوسری حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے، جس کے ملاحظہ سے یہ ٹکراؤ بالکل ختم ہو کر مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے :

عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلَهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ اِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلَى، كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلَهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ اِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسُ تَبَاعُثُوا فِيهَا قَالَ

أَجِيزُ وَهُمْ عَلَيْهِمْ۔ طاؤس سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابوصہباء تھا وہ ابن عباسؓ سے بہت زیادہ سوالات کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے پوچھا کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کو مباشرت کرنے سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو دو در رسالت، دو را ابوبکرؓ اور دو عمرؓ کے ابتدائی حصے میں ایسی طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوتا تھا کہ اُن ادوار میں جب کوئی شخص اپنی عورت کو مباشرت کرنے سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو اُسے ایک قرار دیا جاتا تھا۔ مگر لوگ جب اس کام کو کثرت کے ساتھ کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کو اُن پر لاگو کر دو۔

ان دونوں حدیثوں کو امام ابوداؤد نے ایک ہی باب میں نقل کیا ہے، جس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تشریح کر رہی ہیں۔ یعنی ان دونوں کا حکم غیر مدخولہ عورت (جس سے ابھی مباشرت نہ کی گئی ہو) سے متعلق ہے، مطلق نہیں۔ کیونکہ اصولی اعتبار سے جب ایک ہی حکم سے متعلق ایک بات مطلق (بغیر کسی قید کے) ہو اور دوسری مُقید (یعنی قید کے ساتھ) ہو تو اس صورت میں دونوں کو ایک ہی حکم سے متعلق قرار دیا جائے گا۔ نیز اسی طرح امام نسائی نے بھی اس حدیث (پہلی حدیث) کو غیر مدخولہ عورت کی متفرق طلاق پر محمول کیا ہے۔ لہذا ان دو جلیل القدر محدثین کی تصریح کے باعث یہ مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ (جن سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں) کے بہت سے شاگردوں کا مسلک یہ تھا کہ غیر مدخولہ عورت کو اگر تین طلاق دی جائے تو وہ ایکٹ ہوگی، جب کہ عام اہل علم کو اس سے اختلاف ہے۔

بہر حال اس مسئلے میں اختلاف جو کچھ ہے وہ صرف غیر مدخولہ عورت یا دوشیزہ کے بارے میں ہے کہ اگر اُسے تین طلاقیں دی جائیں تو کتنی پڑتی ہیں؟ تو اس بارے میں تین مسلک ہو گئے ہیں :

۱۔ بعض لوگوں کے نزدیک تینوں پڑ جاتی ہیں۔ جیسا کہ خود ابن عباسؓ سے اس سلسلے میں

۱۔ ابوداؤد ۲/۶۳۹

۲۔ دیکھئے نسائی ۶/۱۳۵ (باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالادھر)

۳۔ شرح خطابی، بر حاشیہ ابوداؤد ۲/۶۳۹، مطبوعہ محض (شام)

۱۔ مسلم ۲/۱۰۹۹، ابوداؤد ۲/۶۵۰ - ۶۵۱، نسائی ۶/۱۳۵

متعدد روایات مروی ہیں۔^{۲۳}۲۔ بعض لوگوں کے نزدیک صرف ایک بڑتی ہے۔ اور یہ بات طاؤس اور عطاء سے مروی ہے۔^{۲۴}۳۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ غیر مدخولہ عورت یا دوشیزہ کو بیک لفظ تین طلاق دینے کی صورت میں تینوں بڑجاتی ہیں اور الگ الگ دینے کی صورت میں صرف ایک بڑتی ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔^{۲۵}

ان تینوں مسلکوں میں سے تیسرا مسلک ہی زیادہ صحیح اور قوی ہے اور اسی پر جمہور (عام) علمائے اُمت کا اتفاق ہے۔ اس موقع پر یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اوپر کی تصریح کے مطابق یہ بات اُس صورت میں ہے جب کہ ”تین طلاق“ کے الفاظ استعمال کئے بغیر محض لفظ ”طلاق“ کو تاکید کے طور پر دہرایا گیا ہو۔ ورنہ اگر کسی نے صراحتاً تین طلاقیں دے دی ہوں تو وہ تینوں بڑجائیں گی، خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ جیسا کہ اس سلسلے میں خود حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہ کرامؓ نے نقل ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ ہو :

محمد بن ایاس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے دوشیزہ (غیر مدخولہ) کے بارے میں پوچھا گیا جس کے شوہر نے اُسے تین طلاق دے دی ہو۔ تو سب نے یہی کہا کہ وہ اُس شخص کے لئے اُس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ دوسرا شوہر نہ کر لے۔^{۲۶}

حاصل بحث یہ کہ صحابہ کرام اور جمہور علمائے اسلام کے مسلک کے مطابق قول فیصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک لفظ تین طلاق دے (مثلاً یوں کہے کہ تجھے تین طلاق ہے) تو اس صورت میں

^{۲۳} مصنف ابن ابی شیبہ، ۲۱/۵-۲۵، مطبوعہ بیروت^{۲۴} ایضاً ۲۶/۵^{۲۵} ایضاً ۲۳/۵^{۲۶} سنن ابوداؤد ۲/۴۳۸

تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، خواہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ لیکن اگر کسی نے الگ الگ الفاظ میں تین طلاقیں دیں (جیسے یوں کہا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے) تو اس صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک بڑے گی۔ لیکن اگر عورت مدخولہ (مُحْبَت شدہ) ہو تو تینوں بڑجائیں گی۔ اس تشریح و توجیہ سے تمام حدیثیں قابل عمل نظر آتی ہیں اور ان کا باہمی تعارض و تضاد دور ہو جاتا ہے۔ ورنہ پھر زیر بحث حدیث کو اصل مان کر گفتگو کی جائے (جیسا کہ بعض لوگوں کا طرز عمل ہے) تو پھر پورا ذخیرہ حدیث ایک اچھا خاصا ”جنگل“ نظر آئے گا اور اُمت کو اختلافات سے نجات نہیں ملے گی۔ اب رہا بعض لوگوں کا اس طرح کہنا کہ اگر کوئی اپنی منکوحہ عورت کو تین طلاق دے تو اس سے صرف ایک ہی بڑیگی چاہے عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مذکورہ بالا تمام صحیح ترین حدیثوں کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ بات، قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس (شریعت کی چار بنیادیں جن سے فقہی احکام ثابت ہوتے ہیں) سب کے خلاف ہے۔ اور اس مسلک کو کسی بھی طرح صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں بعض قرآنی آیات (جو آگے فقرہ ۷ کے علاوہ پچھلے باب میں فقرہ ۷ کے تحت مذکور ہیں) کے علاوہ حدیث ۷، ۸ اور ۹ قطعی ثبوت ہیں جن کی کسی بھی طرح تاویل نہیں کی جاسکتی۔ ابوصہباء (یا طاؤس) کی روایتوں اور مذکورہ بالا صحیح حدیثوں کے درمیان تضاد و ٹکراؤ اسی صورت میں دور ہو سکتا ہے جب کہ مذکورہ بالا توجیہ کے مطابق ابوصہباء کی روایتوں کو غیر مدخولہ (یا دوشیزہ) کی طلاق پر محمول کیا جائے، ورنہ سارے ذخیرہ حدیث کو دور یا بُرد کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ایک ”شاذ“ (منفرد) اور اختلافی حدیث کو بنیاد بنا کر دوسری تمام حدیثوں کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ (واقع رہے کہ ابوصہباء والی روایات اُمت کے درمیان سخت اختلاف کا باعث بنی ہوئی ہیں)۔ بہر حال پورے ذخیرہ حدیث میں کہیں بھی یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص بیک لفظ تین طلاق دے بیٹھے تو وہ ایک شمار ہوگی۔ ایسا کہنا کلام رسول پر ایک اتہام ہے۔ خود ابوصہباء کی روایتوں میں بھی ”بیک لفظ“ کی بات قطعاً موجود نہیں ہے۔ بلکہ صرف ”تین طلاق“ کے الفاظ ملتے، جو متفرق طور پر بھی ہو سکتے ہیں۔ لہذا اس سے بیک لفظ دی ہوئی طلاق پر استدلال کرنا قانونی نقطہ نظر سے ایک

بنیادی اور فاش ترین غلطی ہے۔ اب دیکھئے اس کے برعکس حدیث میں واضح طور پر تین طلاق (ثلاث تطلیقات جميعاً) کے الفاظ موجود ہیں، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ملامت کی اور غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غضبناکی کی وجہ کیا تھی؟ اگر تین ایک ہوتی تو آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ چلو تین ایک ہے؟ ایک طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ دو پر رسالت میں تین کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ مگر دوسری طرف یہ تصریح ملتی ہے کہ آپ تین کے لفظ پر غضبناک ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو ان دونوں میں سے کونسی بات صحیح ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتیں، بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ لیکن امام ابو داؤد اور امام نسائی کی تصریحات کے مطابق ادب و جو جہہ کی گئی ہے اُس کی رُو سے یہ دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ پر قابل اعتبار رہتی ہیں۔ لہذا یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

اور دوسری حیثیت سے غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر سخت غصے کا اظہار فرمایا ہے۔ لہذا جو چیز حرام ہو وہ حلال یا مشروع نہیں ہو سکتی۔ نتیجہ یہ کہ تین کو ایک قرار دینا ایک حرام چیز کو حلال کرنا ہے، جس کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ اور اُس کے رسول نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہو اُسے دنیا کا کوئی شخص حلال یا جائز قرار نہیں دے سکتا۔ یہ اتنی صاف اور سیدھی بات ہے کہ اس کو ایک موٹی عقل والا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

هَذَا بَصَائِرُ النَّاسِ -

۹۔ تین طلاق کے وقوع پر قرآن سے استدلال

حضرت ابن عباسؓ "ترجمان القرآن" اور "مجمع التفت" کہلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک سائل کے جواب میں تین طلاق کے وقوع پر قرآن حکیم سے نہایت درجہ لطیف انداز میں استنباط و استدلال کیا ہے۔ دیکھئے یہ حدیث کس طرح دلنشین انداز میں مذکور ہے جو ہر قسم کی تشریح و تفصیل سے بے نیاز دکھائی دیتی ہے:

۱۰۔ اس حدیث پر مزید کلام اور قرآن فیصل کے لئے دیکھئے "مجموعہ مسطور کی کتاب" تین طلاق کا ثبوت اسلامی شریعت میں

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ، كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَمَجَّاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ، إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. قَالَ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَاذُهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ يُنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقةَ، ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ!! وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) وَإِنَّكَ لَم تَتَّقِ اللَّهَ، فَلَمْ أَحْذِلْكَ مَخْرَجًا. عَصِمْتَ رَبَّتْ، وَبَانَثَ مِنْكَ امْرَأَتُكَ. وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّغُوهُنَّ) فِي فَيْكَلٍ عَدَّتِيهِنَّ.

ترجمہ: مجاہدؓ (تابعی) سے روایت ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ اُس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ (لہذا آپ اس بابے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں؟) مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ (کچھ دیر تک) خاموش رہے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید آپ اس کی بیوی کو لوٹا دیں گے۔ (مگر) آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے اور پھر کہنے لگتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس!! حالانکہ اللہ تعالیٰ (صاف صاف) کہہ چکا ہے (جو اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لئے راستہ نکال دے گا) مگر تم چونکہ اللہ سے نہیں ڈرتے (یعنی اُس کے حکم کے مطابق طلاقِ رجعی نہیں دی) لہذا میں تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ تو فرما چکا ہے (اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے موقع پر طلاق دو)۔ یعنی لہر کے شرع میں (طلاقِ رجعی) دو۔

تشریح: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تین طلاق کے وقوع کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے وہ دیکھیں کہ قرآن کس قدر انوکھے انداز میں اس کا اثبات کر رہا ہے! اسی طرح سورہ بقرہ میں جہاں طلاق کے احکام اور اُس کا طریقہ مذکور ہے وہیں پر یہ صراحت بھی موجود ہے:

يَذَلِّكَ حَدُّ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُواَهَا، وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ: یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جن سے تم تجاوز مت کرو۔ اور جو کوئی اللہ کی حدیں

تجاوز کرے گا تو وہ ظالم ہوگا۔ (بقرہ: ۲۲۹)

اس موقع پر حدود سے تجاوز کرنے کا یہی مطلب ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔ ورنہ اگر انہیں واقع نہ مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کی عدول حکمی کے باوجود کوئی بھی شخص ظالم نہ بنے گا۔ اور ظالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اگر یہ مطلب نہ نکالا جائے تو قرآن کی یہ آیت بے معنی نظر آئے گی۔

۱۰۔ بیک لفظ تین طلاق کا مزید ثبوت

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّي طَلَقْتُ امْرَأَتِي مِائَةَ تَطْلِيقَةٍ، فَمَاذَا تَرَى عَلَيَّ؟ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَقْتَ مِنْكَ ثَلَاثًا، وَسَمِعْتُ وَتَسْمَعُونَ اتَّخَذَتْ بِهَا آيَةُ اللَّهِ هُزُؤًا.

ترجمہ: مالک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، تو آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیری بیوی تین طلاقوں کے ذریعہ آزاد ہو گئی اور باقی ۹۷ کے ذریعہ تو نے اللہ کے احکام کو مذاق بنایا ہے۔ تشریح: اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ بیک وقت دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ ایک قانونی نکتہ ہے۔ ظاہر ہے کہ سو طلاقیں ایک ایک کر کے نہیں دی جاسکتیں کیونکہ ایک ایک کر کے دینے کی صورت میں تین تک پہنچتے ہی کوٹہ پورا ہو جاتا ہے اور بقیہ ۹۷ کا کوئی موقع ہی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے صاف طور پر معلوم ہو گیا یہاں پر سو طلاقیں بیک لفظ دینا ہی مراد ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیک وقت اگر سو طلاقیں دی جائیں تو صرف تین ہی واقع ہوں گی اور بقیہ ۹۷ لغو قرار پائیں گی۔ کیونکہ شریعت نے کسی بھی شخص کو صرف تین ہی طلاقیں دینے کا اختیار دیا ہے، زیادہ نہیں۔ اس اعتبار سے جب بیک وقت سو طلاقیں دیتے پر صرف تین ہی واقع ہو سکتی ہیں تو پھر صرف تین دیتے پر بھی تین واقع ہو سکتی ہیں۔ لہذا تین کو ایک قرار دینا عقلی و قانونی دونوں اعتبار سے

غلط اور باطل ہے۔

آج کل تجدید پسند لوگ یہ جوہتے ہیں کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاق کو نافذ قرار دینا علماء کی ایجاد ہے، جو صحیح اسلامی قانون کے خلاف ہے، وہ دیکھیں کہ اس مسئلے میں کس کا قول صحیح و درست ہے؟ اور ایسے لوگوں کو اسلامی فقہ و شریعت سے کتنا تعلق ہے؟ مذکورہ بالا تمام حدیثوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ تین طلاق کے وقوع کا حکم لگانا ایجادِ بندہ یا حضرت عمرؓ کا محض تعزیری اقدام نہیں تھا، بلکہ یہ ضابطہ دور رسالت ہی سے جاری دلا گوا تھا۔

غرض جب قرآن اور حدیث سے بیک وقت یا بیک لفظ دی ہوئی تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کا ثبوت مل گیا تو پھر یقین کرنے کے لئے اب مزید کونسی دلیل کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

۱۱۔ تین طلاق کے بعد مراجعت نہیں ہو سکتی

عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالْمُطَلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ) وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَمَوْأَحَقَّ بِرَجْعَتِهَا وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا. فَتَبَيَّنَ ذَلِكَ وَقَالَ (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ).

ترجمہ: عکرمہؓ (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی۔ (مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں..... ان کے شوہر انہیں عدت کے اندر لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بقرہ: ۲۲۸) اور چونکہ زمانہ جاہلیت میں مرد کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جب وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو جب چاہے مطلقہ کو لوٹالے اگرچہ وہ تین (یا اس سے زیادہ) طلاق دے چکا ہو۔ لہذا اس (غلط) رواج کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا گیا (طلاق رجعی صرف دوبار تک ہی ہے)۔

تشریح: اس حدیث کی مزید وضاحت حضرت عائشہؓ سے مروی ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کے مطابق وہ فرماتی ہیں کہ لوگ پہلے جتنی چاہیں طلاقیں دیتے اور جب چاہتے رجوع

دی ہوئی تین طلاقوں کے وقوع کو از روئے قرآن غلط بتاتے ہیں وہ بھی دراصل حدیثوں ہی کا سہارا لے کر یہ بات کہتے ہیں۔ اور مجرد قرآن سے صرف اتنا ہی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ یہ تینوں طلاقیں الگ الگ ہونا چاہئے۔ مگر ان کے درمیان کتنا وقفہ ہو؟ اس کی صراحت قرآن میں موجود نہیں ہے۔ لہذا یہ ایک اجمالی بیان ہے۔ اور اوپر نقل کردہ صحیح حدیثوں کی رو سے جب بیک وقت یا ایک ہی مجلس کی تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہو چکا ہے تو پھر اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ قرآن کی ان مجمل آیات میں یہ حکم بھی شامل ہو سکتا ہے۔ بلکہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاق کا وقوع خود قرآن سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے سورۃ طلاق کی ایک آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ لہذا بیک وقت دی ہوئی تین طلاق کے وقوع پر جب قرآن اور حدیث دونوں متفق ہیں تو پھر ثبوت کے لئے اب مزید کوئی دلیل درکار ہے؟ نتیجہ یہ کہ تین طلاق یا اس کے وقوع کو ممنوع قرار دیے کا مطالبہ قرآن اور حدیث کے دینے کا مطالبہ ہے، جس کو کوئی بھی سچا مسلمان گوارا نہیں کر سکتا۔

واضح ہے کہ حدیث شریف قرآن ہی کی شرح و تفسیر ہے۔ جو امور قرآن میں اجمالی طور پر مذکور ہیں ان کی شرح حدیثوں سے ہوتی ہے۔ اور اس اصول کے مطابق تین طلاق کا وقوع قرآن سے اجمالی طور پر اور حدیث سے تفصیلی طور پر ثابت ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

۱۲۔ کن لوگوں کی طلاق نہیں پڑتی

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ
عَنِ الْمَأْثُومِ حَتَّى يَسْتَفِيظَ، وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى
يَعْقِلَ أَوْ يَفِيقَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھایا گیا ہے: سونے والا جب تک کہ وہ جگ نہ جائے، نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ وہ عقل یا ہوش میں نہ آجائے۔

کر لیتے تھے، اگرچہ وہ سو بار طلاق دے چکے ہوں۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے ایسی طلاق نہ دوں گا جس کی وجہ سے تجھ سے جدا ہو جائے، اور نہ میں تجھے کبھی گھر دالی ہی بنا کر رکھوں گا۔ اس پر عورت نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اُس نے کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا مگر جب تیری عدت پوری ہونے کو آئے تو تجھے لوٹاؤں گا۔ (اس طرح تو ہمیشہ معلق رہے گی)۔ اس پر وہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ تو عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ طلاق صرف دو بار ہے۔ یعنی رجوع کرنے کا حق صرف دو بار تک ہے۔

غرض یہ حدیثیں اس آیت کے شان نزول (پس منظر) کی وضاحت کر رہی ہیں کہ ”طلاق دوبار ہے“ کہنے کا اصل مفہوم و مدعا کیا ہے؟ تو مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہو گیا کہ اس میں دراصل طلاقِ رجعی کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد رجوع کرنے کا اختیار صرف دو تک ہی رہتا ہے۔ ورنہ اگر کسی نے تیسری طلاق دے دی تو پھر عورت حرام ہو جائے گی۔ جیسا کہ مابعد کی آیت میں یہ بیان اس طرح مذکور ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا..... پس اگر وہ (تیسری بار) عورت کو طلاق دے دے تو وہ اُس کے لئے حلال نہیں رہتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے ہم بستری نہ کر لے۔ (بقرہ: ۲۳۰)

مفسر قرطبی نے اس آیت کے متعلق بعض صحابہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس آیت میں طلاق لینے کا سنت طریقیہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس نے دو طلاقیں دی ہیں اُسے تیسری طلاق دینے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ پھر موصوف فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان دونوں مفہومات کی حامل بن سکتی ہے۔

اس اعتبار سے اس آیت کریمہ سے ان ہی دو باتوں کا اثبات ہوتا ہے۔ مگر بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ اگر کوئی بیک وقت تین طلاق دے دے تو وہ اس آیت کی رو سے واقع نہیں ہو سکتا، اس آیت کو ایک نازلہ معنی پہناتا ہے، جس کی وہ تحمل نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں پر قرآن کو (زیر بحث الفاظ کی رو سے) اس مسئلے سے نفیاً اثباتاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ درحقیقت حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اور جو لوگ بیک لفظ

تشریح: یہ حدیث بخاری میں حضرت علیؓ سے ایک دوسرے اسلوب میں مروی ہے۔
اسلام چونکہ ایک عقلی مذہب ہے اس لئے وہ اپنے احکام میں بھی جگہ جگہ عقل و دانش مندی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بہر حال ان تینوں صورتوں میں چونکہ عقل یا تو زائل رہتی ہے یا وہ قابو میں نہیں رہتی، یا درجہ کمال کو پہنچی ہوئی نہیں ہوتی اس لئے اسلامی شریعت نے ان تینوں صورتوں میں طلاق کے وقوع کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ ورنہ ان حالتوں میں بھی اگر طلاق کو واقع قرار دے دیا جاتا تو پھر لوگ اس سے بڑی مشقت میں پڑ جاتے اور یہ قانون ایک مُصِیبت بن جاتا۔

۱۳۔ مغلوب العقل کی طلاق نہیں پڑتی

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كُلُّ طَلَّاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَّاقَ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر طلاق جائز (قابل نفاذ) ہے سوائے اس شخص کی طلاق کے جس کی عقل مغلوب ہو گئی ہو۔

تشریح: یہ حدیث امام بخاری کی حلیقات میں حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ اور اس سے مراد غالباً ایسا شخص ہے جو کسی مرض یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو، جیسے سرسام زدہ شخص۔ اور امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ اگر ایسا شخص مسلسل ہوش و حواس کھوئے ہوئے ہو تو اس کی طلاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کبھی کبھی ہوش میں بھی آجائے اور ہوش کی حالت میں طلاق دے بیٹھے تو پھر اس کی طلاق پڑ جائے گی۔

۱۴۔ دل میں طلاق دے لینے سے طلاق نہیں پڑتی

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ

يَجَاوِزُ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ۔ وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری اُمت سے دلوں میں پیدا ہونے والی باتوں سے درگزر کر لیا ہے، جب تک کہ لوگ اُن کو عملاً بروئے کار نہ لائیں یا انہیں زبان سے ادا نہ کریں۔ اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دل میں طلاق دے بیٹھے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا۔

تشریح: مطلب یہ کہ محض دل میں دوسوہ پیدا ہو جانے کے باعث یا محض دل میں ارادہ یا نیت کر لینے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک کہ صراحتاً زبان سے الفاظ طلاق ادا نہ کئے جائیں۔

۱۵۔ مذاق کی طلاق پڑ جاتی ہے

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ جَذْمٌ جَذْمٌ وَهَزْلُهُنَّ جَذْمٌ: الْبَتَّاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی۔ اور وہ تین چیزیں ہیں 'بکاح'، طلاق اور رجعت۔

تشریح: 'بکاح' اور طلاق ایسے معاملات ہیں جن کے اثرات انسان کی معاشرتی و قدرتی زندگی میں دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں ہر حال میں سنجیدگی ہی پر محمول کرنا چاہئے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ یہ قانون اور ضابطہ ایک کھیل تماشہ بن کر رہ جائے گا۔ مثلاً شوہر بات بات پر

۳۸ بخاری ۱۶۹/۶، نیز ملاحظہ ہو مسلم ۱۱۶/۱، ابوداؤد ۲/۶۵۷، ترمذی ۳/۳۸۹،

نسائی ۱۵۹/۶-۱۵۷، ابن ماجہ ۱/۱۵۸

۳۹ ابوداؤد ۲/۶۳۴، ترمذی ۳/۳۹۰، ابن ماجہ ۱/۶۵۸

۳۵ بخاری ۱۶۹/۶

۳۶ جامع ترمذی ۳/۳۹۶، مطبوعہ بیروت

۳۷ صحیح بخاری ۱۶۹/۶

طلاق دیئے لگ جائے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں :

۱۔ جس طرح گواہوں کے سامنے نکاح کے دوبول بولنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے خواہ وہ سنجیدگی سے کہے یا مذاق سے، اسی طرح طلاق کے تلفظ سے نکاح ٹوٹ بھی جاتا ہے، خواہ وہ سنجیدگی سے کہے یا مذاق سے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح اصلاً ایک معاشرتی و عمرانی معاہدہ ہے، جو دیگر مذاہب کی طرح کوئی "اٹوٹ بندھن" نہیں ہے، جو کسی بھی صورت میں ٹوٹ نہ سکتا ہو۔ بلکہ محض بیوی کو "تجھے طلاق ہے" کہہ دینے سے یہ معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ بلاوجہ طلاق دینا شریعت کی نظر میں بہت بڑا گناہ ہے۔

۱۶۔ بلا سبب مُخلع طلب کرنا مذموم ہے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلًّا قَاتِي غَيْرِمَا بَاسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَأْيُهُ الْجَنَّةُ.

ترجمہ: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی سبب کے طلاق (مُخلع) طلب کرتی ہے تو اس کے لئے جنت کی خوشبو حرام ہے۔
تشریح: اس میں محض جنسی لطف اندوزی کی خاطر یا شوہروں کو بد لے کے فیشن کی وجہ سے مُخلع یا طلاق حاصل کرنے والی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اس کے برعکس کسی عورت پر شوہر کی ناپاکی سے اگر واقعی ظلم و زیادتی ہو رہی ہو جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو تو اس صورت میں عورت کو مُخلع طلب کرنے کا حق ہے۔ نیز اسی طرح اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی کسی چیز سے طبعاً نفرت ہو جس کی بنا پر وہ حدودِ الہی کو قائم نہ رکھ سکتی ہو تو اس صورت میں بھی اسے مُخلع کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ حدیث کی مختلف کتابوں میں ایک صحابیہ (جمیلہ بنت سلول) کا واقعہ مذکور ہے جو حضرت ثابت بن قیسؓ کی

بیوی تھیں۔ چنانچہ جمیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے ثابتؓ کی دینداری اور اُن کے اخلاق کے بارے میں کوئی شکایت نہیں ہے۔ مگر میں (بعض وجوہات کی بنا پر) اُن کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اسلام میں کفر کا اندیشہ ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں تصریح ہے کہ ثابت بن قیس بد صورت تھے۔ حافظ ابن حجر نے بعض دیگر روایات کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ وہ بہت زیادہ کالے، پستہ قد اور بد شکل تھے۔^{۱۳۱} اور سائی کی ایک روایت کے مطابق انہوں نے جمیلہ کا ہاتھ توڑ دیا تھا۔^{۱۳۲} تو اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیلہ سے پوچھا کہ کیا تم وہ بارغ ثابت کو واپس کر دو گی جو انہوں نے تمہیں دیا ہے؟ تو جمیلہ نے جواب دیا ہاں واپس کر دوں گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا کہ تم بارغ لے لو اور جمیلہ کو ایک طلاق دے دو۔^{۱۳۳}

۱۷۔ بیوہ چار ماہ دس دن سوگ منائے گی

عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلْمَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَوَفَّى أَبُوهَا أَبُو سَفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ فَدَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ بِطَبِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خُلُقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنْتُ مِنْهُ جَارِبَةً ثُمَّ مَسَّتُ بِعَارِضَتَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِيَ بِالطَّبِيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنْ تَمِيعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَحْدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

ترجمہ: زینب بنت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عمرہ حضرت اُم حبیبہؓ کے پاس آئیں جب کہ اُن کے والد ابوسفیانؓ کا انتقال ہو چکا۔ تو (پوچھنے دن) اُم حبیبہؓ

^{۱۳۱} فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی ۳۰۰/۹

^{۱۳۲} سنائی ۱۸۶/۶

^{۱۳۳} بخاری ۱۷۰/۶، سنائی ۱۶۹/۶، موطا مالک ۵۶۳/۲، ابن ماجہ ۶۶۳/۱

نے ایک زرِ قسم کی خوشبو منگوائی اور اُس میں سے کچھ (وہاں پر موجود) ایک لڑکی کو لگایا پھر اپنے کانوں پر بھی مل لیا۔ اور کہا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن میں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مناجات کی کہ آپ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ (اپنے کسی رشتہ دار کی) موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوئے اپنے شوہر کے جو چار ماہ دس دن ہے ۱۷

تشریح: جس عورت کا شوہر مر جائے تو اُس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اور یہ مدت اُس کے سوگ کا بھی زمانہ ہے۔ لہذا اس دورانِ یہ عورت نہ تو اپنا سنگار کر سکتی ہے اور نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ بقول حافظ ابن حجر بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اس مدت میں جنین EMBRYO کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے اور ایک سو بیس دن کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے ۱۸۔ اس موقع پر ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا مُطلّقة عورت کو بھی سوگ منانا چاہئے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق تمام علمائے اُمت اس پر متفق ہیں کہ مُطلّقة رجعیہ (جس کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو) پر کسی بھی قسم کا سوگ نہیں ہے (بلکہ اُسے بنِ شہن کر رہنا چاہئے تاکہ اُس کا شوہر اُس کی طرف مائل ہو سکے)۔ ہاں مُطلّقة بائنہ (ناقابلِ رجوع) کے بارے میں اختلاف ہے۔ تو اس مسئلے میں احناف کے نزدیک ایسی طلاق والی کو بھی سوگ منانا چاہئے (یہاں تک کہ اُس کی عدت گزر جائے)۔ کیونکہ بائن ہونے کی بنا پر وہ بھی ایسی ہی ہو گئی ہے جیسے اُس کا شوہر مر چکا ہو ۱۹

۱۸۔ مُطلّقة بائنہ کا نفقہ اور جائے رہائش

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقةِ ثَلَاثًا
قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةٌ : فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

۱۷۔ بخاری ۱۸۵/۶، مسلم ۱۱۲۳/۲، ترمذی ۵۰۰/۳

۱۸۔ دیکھئے فتح الباری ۸۷/۹

۱۹۔ ماخوذ از فتح الباری ۸۸۶/۹

ہیں کہ آپ نے تین طلاق والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ اُسے نفقہ (خرچہ) اور سُکْن (جائے رہائش) نہیں مل سکتے ۲۰

تشریح: بعض فقہاء نے اس حدیث کو مینا دینا کر فیصلہ کیا ہے کہ مُطلّقة بائنہ کو عدت کے دوران نفقہ اور جائے رہائش نہیں مل سکتے۔ مگر احناف کے مسلک کے مطابق ہر قسم کی مُطلّقة عورت کو عدت کے دوران نفقہ اور جائے رہائش دیا جانا ضروری اور واجب ہے۔ اب رہا معاملہ بائنہ بنتِ قیسؓ کی اس حدیث کا تو اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ وہ یہ کہ یہ واقعہ خود فاطمہ کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ اُن کے شوہر انہیں تین طلاق نے کرین چلے گئے تھے۔ چونکہ فاطمہ ذرا زبان دراز تھیں، اس لئے اُن کے شوہر کے گھر میں عدت گزارنے میں ایک اندیشہ یہ تھا کہ فاطمہ اور ان کے دیوروں کے درمیان تو توتیں میں ہوتی اور اس بنا پر وہ فاطمہ کو گھر سے نکال باہر کرتے۔ لہذا اس اندیشے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ابنِ ابی کثیرؓ کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی یہی علت بتائی ہے ۲۱۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق فاطمہ نے اپنے سسرال والوں کے ساتھ سخت کلامی کی تھی ۲۲

اس کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی وہ یہ کہ فاطمہ بنتِ قیس کے شوہر کا مکان شہر کے کنارے یا سنا مکان پر واقع تھا۔ اور اس بنا پر انہیں اندیشہ ہوا کہ ایک مُطلّقة سمجھ کر کوئی مکان میں گھس نہ آئے، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے :

عَنْ فَاطِمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلَاثًا ، وَ أَخَافُ
أَنْ يُفْتَحَ عَلَيَّ ، فَأَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ : فَاطِمَةُ سَعْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

۲۰۔ مسلم ۲۱۱۸/۲

۲۱۔ جامع ترمذی ۳۸۵/۳

۲۲۔ سنن سعید بن منصور ۳۱۹/۱ (مطبوعہ ذابھیل)۔ فاطمہ بنتِ قیس کا واقعہ متعدد طریقوں سے جب ذیل کتب حدیث میں موجود ہے :

بخاری ۱۸۳/۶، مسلم ۱۱۲۳/۲، ابوداؤد ۴۱۲/۲، ترمذی ۴۸۵/۳، ۴۸۵/۳

نسائی ۲۰۴/۶، ۲۰۹/۱، ابن ماجہ ۶۵۹/۱، موطا امام مالک ۵۸۰/۲، ۵۸۱/۲

شوہر نے مجھے تین طلاق دے دی ہے۔ اور میں ڈرتی ہوں کہ (عدت کے دوران) وہاں پر کوئی گھس نہ آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انہیں وہاں سے ہٹ جانے کا) حکم دیا تو وہ ہٹ گئیں بیشہ تو اس بنا پر وہ اپنے خاص حالات کو نظر انداز کر کے کہتی پھرتی تھیں کہ مطلقہ بائٹہ کو شوہر کی جانب سے نفقہ اور جائے رہائش نہیں ہے۔ اسی بنا پر حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کے قول کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں مذکور ہے:

قَالَ عُمَرُ: لَا تَرُكُ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ امْرَأَةٌ لَا تَدْرِي لَعَلَّهَا حِفْظَتْ أَوْ نَسِيتْ، لَهَا الشُّكْنُ وَالنَّفَقَةُ. قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ:

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی کتاب اور پیغمبرؐ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بنا پر چھوڑ نہیں سکتے۔ اور ہمیں نہیں معلوم کہ اُس نے یہ بات اچھی طرح یاد رکھی ہے یا کچھ بھول گئی ہے۔ لہذا مطلقہ بائٹہ کے لئے خیرہ اور جائے رہائش دونوں شوہر کی جانب سے ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”تم مطلقہ عورتوں کو اُن کے گھروں سے مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں، مگر اس صورت میں جب کہ وہ گھلی ہوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں بیشہ

بہر حال اس موقع پر ان اختلافی حدیثوں کو بیان کرنے کا مقصد دو اہم مسئلوں کو ثابت کرنا ہے: (۱) ایک یہ کہ مطلقہ عورت شدید مجبوری کی حالت میں اپنی عدت دوسری جگہ گزار سکتی ہے۔ مگر جہاں تک ہو سکے اُسے کوشش یہی کرنی چاہئے کہ جس مکان میں اُس کی طلاق واقع ہوئی ہو وہیں پر وہ اپنی عدت گزارے۔ (۲) اور دوسرا مسئلہ یہ کہ تین طلاق والی عورت کو بھی عدت کے دوران مکان اور خیرہ دونوں ملیں گے۔

شہ سنائی ۲۰۸/۶، ابن ماجہ ۶۵۵/۱-۶۵۶، نیز بخاری ۱۸۴/۶، مسلم ۱۱۲۱/۳

۱۱۹/۲، ابن ماجہ ۱۱۹/۲، ابوداؤد ۴۱۸/۲، سنائی ۲۰۹/۶

غرض اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے عدت کے دوران مکان اور خیرہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ کیونکہ اس مدت کے دوران عورت کو حمل ہونے کی صورت میں وہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ جو ہونے والے بچے کے نسب کا پتہ چلانے کے لئے ضروری ہے۔ اتنی مدت میں اگر حمل ظاہر ہو جائے تو پھر بچہ طلاق دینے والے شوہر کی جانب منسوب ہوگا۔ اور جب نسب صحیح ثابت ہو جائے گا تو پھر وہ نفقہ اور وراثت کا بھی حقدار ہے گا۔ اسی بنا پر مطلقہ بائٹہ (خواہ وہ ایک طلاق والی ہو یا تین طلاق والی) کو بھی شوہر کے گھر میں روک رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پوری کاروائی میں شریعت کی بہت بڑی حکمت اور دُور اندیشی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

لہذا شوہروں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عورتوں کو طلاق دینے کے بعد زبردستی گھروں سے باہر نکال دیں۔ اور ایسا کرنا اسلامی شریعت کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے اور عورتوں پر ایک ظلم بھی۔ اور اس اقدام کا ایک اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے ظالم اور خدا کے نافرمان شوہر اس مدت کے اندر اپنے اپنے والے بچوں کا بھی انکار کر کے خدائے تعالیٰ کے مزید غضب کے مستحق ہوں گے۔

۱۹- بیوہ حاملہ کی عدت وضع حل ہے

مسئلہ یہ ہے کہ وہ بیوہ جو حاملہ نہ ہو اُس کی عدت از روئے قرآن چار ماہ دس دن ہے (نور: ۱۲۳)۔ اور حاملہ عورت کی عدت از روئے قرآن وضع حل ہے۔ (طلاق: ۴)۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ایک ایسی مطلقہ جو حاملہ بھی ہو وہ اگر عدت کے دوران بیوہ ہو جائے تو وہ ان دونوں میں سے کنسی عدت پوری کرے گی؟ اس مسئلے میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ ایسی صورت میں اُس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، مگر ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ نہیں اس کی عدت وضع حل تک ہی ہے۔ تو اس مسئلے کے حل کے لئے حضرت اُم سلمہؓ سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے ابوہریرہؓ کی رائے کی تصویب کرتے ہوئے حسب ذیل واقعہ بیان کیا:

..... فَقَالَتْ تَوَفِّي زَوْجُ سَبْعَةَ قَوْلَدَتْ بَعْدَ ذَاكَ زَوْجَهَا بِخَمْسَةِ عَشَرَ نَيْصَ شَهْرٍ. قَالَتْ فَخَطَبَهَا رَجُلَانِ فَحَوَّطَتْ بِنَفْسِهَا إِلَى أَحَدِهِمَا. فَلَمَّا خَشَوْا أَنْ تَفْتَأَ بِنَفْسِهَا قَالُوا إِنَّكَ لَا تَحْلِينَ. قَالَتْ فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ قَدْ حَلَلْتِ فَأَنْكِحِي مَنْ شِئْتِ : اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ سبیعہؓ کے شوہر کا انتقال ہو گیا (جو مطلقہ تھیں) تو ان کے شوہر کی وفات کے پندرہ دن بعد سبیعہؓ کو بچہ ہوا۔ پھر اس کے بعد دو آدمیوں نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو ان میں سے ایک کی طرف سبیعہؓ کا رجحان ہوا۔ مگر اُس کے لوگ ڈرے کہ کہیں وہ اس سے نکاح نہ کر لے۔ تو انہوں نے کہا کہ ابھی تو تمہاری عدت پوری نہیں ہوئی ہے۔ اس پر وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی (اور اس بارے میں مسئلہ پوچھا) تو آپؐ نے فرمایا کہ تو حلال ہو چکی ہے، اب جس سے چاہے نکاح کر لے۔^{۵۲}

اور موطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ (طلاق کے فوراً بعد) اگر وضع حمل اس طرح ہو جائے کہ شوہر کی میت ابھی چار پائی پر ہی ہو (یعنی ابھی تدفین نہ ہوئی ہو) تب بھی عورت عدت سے باہر نکل آئے گی۔^{۵۳}

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق اس سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ سورۃ طلاق کی آیت چونکہ سورۃ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے اس لئے سورۃ بقرہ والی آیت (۲۳۴) کا حکم عام نہیں ہے۔ یعنی وہ صرف اُس بیوہ سے متعلق ہے جو حاملہ نہ ہو۔ ورنہ بیوہ اگر حاملہ بھی ہو تو اُس صورت میں اُس پر سورۃ طلاق والی آیت (۴) کا حکم نافذ ہوگا۔^{۵۴} مطلب یہ کہ یہ دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ پر قابل عمل ہیں۔ اس اعتبار سے یہ حدیث شریف قرآن مجید کے ایک ”ظاہری تعارض“ کو دور کر رہی ہے۔

۲۰۔ بیوہ بھی اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی

عَنْ زَيْنَبَ أَنَّ الْفُرْعِيَّةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ — وَهِيَ أُمْتُ ابْنِ بَعِيدٍ الْحَذْرِي — أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ

^{۵۲} سنن ۱۹۱/۶، نیز ملاحظہ ہو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ

^{۵۳} موطا ۵۹۰/۲

^{۵۴} دیکھئے ابوداؤد ۷۳۰/۲، سنن ۱۹۷/۶، ابن ماجہ ۶۵۴/۱

تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَيْتِ حُذْرَةَ فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ عَبْدٍ لَهُ ابْتَعَا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقُدْرِمِ لَحَقَهُمْ فَقَتَلُوهُ۔ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي۔ فَإِنِّي لَمْ يَسْتَرْكِبْنِي فِي مَنْكَبٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ۔ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ۔ قَالَتْ فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحَجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِي، أَوْ أَمَرَنِي فَدَعَيْتُهُ۔ فَقَالَ كَيْفَ قُلْتِ؟ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْبَيْعَةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَائِنِ زَوْجِي۔ قَالَتْ فَقَالَ: امْكُثِي فِي بَيْتِكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ۔ قَالَتْ فَأَعْتَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانٍ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ۔ فَأَخْبَرْتُهُ، فَأَتْبَعَهُ وَقَضَى بِهِ۔

ترجمہ: مشہور صحابی ابوسعید خدریؓ کی بہن فریجہ بنت مالک کا واقعہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؐ سے اپنے گھر والوں میں واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ ان کے شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے۔ مگر وہ جب قدم نامی مقام پہنچیں اور ان کی ٹڈ بھیر اپنے غلاموں سے ہو گئی تو غلاموں نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس بنا پر فریجہ نے اپنے گھنے والوں میں چلے جانے کے ارادے سے پوچھا کہ میرے شوہر نے نہ کوئی مکان چھوڑا ہے اور نہ نان و نفقہ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں تم چلی جاؤ“۔ فریجہ کہتی ہیں کہ اس پر میں وہاں سے جانے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی اور پوچھا تم نے کیا کہا؟ تو میں نے پورا قصہ دوبارہ سنایا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ”تم اپنے ہی گھر میں ٹھہری رہو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے“ فریجہ کہتی ہیں کہ میں نے اس حکم کے مطابق چار ماہ دس دن اُسی گھر میں (جس میں پہلے تھی) اپنی عدت گزار لی۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے میرے پاس آدمی بھیج کر یہ مسئلہ معلوم کیا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔^{۵۵}

^{۵۵} ابوداؤد ۷۲۳/۲-۷۲۴، مطبوعہ حصص، ترمذی ۵۰۸/۳-۵۰۹، مطبوعہ بیروت، سنن ۱۹۹/۶-۲۰۰

بیروت، ابن ماجہ ۶۵۴/۱-۶۵۵، بیروت، موطا ۵۹۱/۲، بیروت۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کی وفات کے موقع پر عورت جس مکان میں ہو اُسی میں وہ اپنی عدت گزارے، اگرچہ وہ اُس کے شوہر کی ملکیت نہ ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو کوشش یہی کرنی چاہئے کہ عدت اُسی مقام پر گزارے۔ اگر وہ مکان شوہر کے رشتہ داروں کا ہے یا کوئی اور صورت ہے تو اس وقت مالک مکان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اس شرعی مسئلے کا خیال کرتے ہوئے بیوہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ نیز شوہر اگر نکال رہا ہو تو یا اور کوئی بات ہو تو اُس کے اعزہ عورت کا خرچ برداشت کریں اور عدت کے بعد اُس کے نکاح ثانی کا انتظام کریں۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی رُو سے بیواؤں، مطلقہ عورتوں اور اسی طرح غیر نکاحی عورتوں کا نکاح کرانے اور ان کے گھروں کو بسانے کی قرآن اور حدیث میں تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :

وَأَنْذِرْهُمُ الْآيَاتِ الَّتِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَرَأْسًا لَكُمْ ۖ إِنَّ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ : اور تم میں جو بیوہ (اور بے نکاح لوگ) ہیں اُن کے نکاح کر دو۔ اور تمہارے جو غلام اور باندیاں لائق ہیں اُن کا بھی نکاح کر دو۔ اگر یہ لوگ (اس وقت کسی دہ سے) مغلس ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُنہیں غنی کرے گا۔ اور اللہ بڑی وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (نور : ۳۲)

ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! تین چیزوں کو مؤخر مت کر لو : (۱) نماز جب کہ اُس کا وقت ہو جائے۔ (۲) جنازہ جب کہ وہ موجود ہو۔ (۳) اور بیوہ جب کہ اُس کے لئے موزوں آدمی مل جائے۔ ۱۵

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، یا رات بھر عبادت کرنے والا اور دن بھر روزہ رکھنے والا۔ ۱۶

اس اعتبار سے بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کی خبر گیری کرنا اُن کی راحت و رسانی کا خیال کرنا اور

ان کے گھروں کو دوبارہ بسانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ ہندو مذہب اور رواج کی طرح انہیں کسی بھی صورت میں منحوس تصور نہیں کرنا چاہئے اور انہیں حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اہل اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اس سلسلے میں غیر مذاہب والوں کے ادہام و خلافات کو قولا و فعلاً غلط ثابت کرنے اور عالم انسانی کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اور یہ بات اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ خود مسلمان اپنے دین اور اپنی شریعت پر سچے دل کے ساتھ عمل کریں۔

آخر میں ایک ضمنی مسئلہ یہ بیان کرنا ہے کہ بیوہ عورت چونکہ شوہر کی ملکیت میں وارث ہوتی ہے اس لئے اُسے قانونی طور پر عدت کا نفقہ نہیں ملتا۔ بلکہ صرف مسکن یعنی رہائش ہی مل سکتی ہے۔ اور اس بنا پر اُسے دن کے وقت روزی کی تلاش میں باہر نکلنے کی اجازت ہے (جب کہ وہ تنگدست ہو)؛ بخلاف مطلقہ کے جسے نفقہ اور مسکن دونوں ملتے ہیں۔ لہذا مطلقہ عورتوں کو عدت کے دوران گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے۔ ۱۷ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اہل اسلام کو اپنی شریعتِ مطہرہ پر چلنے اور صحیح اسلامی اصولوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُس کی نافرمانی و حکم عدولی سے ہر حال میں بچائے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں پر جو بھی آفتیں آرہی ہیں وہ دین و شریعت کو نظر انداز کر دینے کی بدولت ہیں۔ اور موجودہ دور میں اسلامی شریعت کے خلاف جو تحریکیں چل رہی ہیں اُن کے توڑ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مسلمان صدق دلی کے ساتھ پورے عالم کے بنائے ہوئے قانون اور اُس کی شریعت پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے مخالفین اسلام کے ہر منصوبے کو ناکام بنانے کی کوشش کریں۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

محمد شہاب الدین ندوی

۶۸۸/۶/۲۹

محققین اور علمائے کرام کی اہم اور بصیرت افروز تصنیفات

سیرت حضرت عائشہؓ	علامہ سید سلیمان ندویؒ	نغات القرآن	مولانا عبد الکبیرؒ
یاد رفتگان	" "	قوم یہود اور رسم قرآن کی روشنی میں	" "
خطبات مدراس	" "	صدر یار جنگؒ (مولانا حبیب الرحمن)	مولانا شمس تبریز خاںؒ
حیات امام مالک	" "	شیروانی کی سوانح حیات	" "
سیر افغانستان	" "	مسلم پرنسپلؒ اور اس کا عائلی نظام	" "
آپ بیتی	مولانا عبد المجید ریابادیؒ	اسلام اور غیر اسلامی تہذیب	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ
معاصرین	" "	سیرت خلفائے راشدینؓ	امام اہلسنت مولانا عبدالحقؒ
بشریت انبیاء	" "	تاریخ مشائخ چشت	حضرت مولانا محمد زکریاؒ
سیرت نبویؐ قرآنی	" "	معاشرتی مسائل	مولانا محمد برہان الدین سنہلیؒ
دفیات مابعدی	" "	شبلی معاذؒ از تنقید کی روشنی میں	سید شباب الدین و سنویؒ
قصص و مسائل	" "	مولانا محمد علی مونگیریؒ	مولانا محمد الحسنی ندویؒ
قرآن آپؐ کیا کہتا ہے	مولانا محمد منظور نعمانیؒ	جزیرۃ العرب	مولانا محمد رابع ندویؒ
دین و شریعت	" "	تعلیم القرآن	مولانا اویس بکری ندویؒ
اسلام کیا ہے؟	" "	محمدؐ میں عظام اور ان کے علمی کارنامے	مولانا تقی الدین ندویؒ
حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ	مولانا سیاح احمد اکبر آبادیؒ	حسن معاشرت	خیر النساء صاحبہ و رحیمؒ
فہم القرآن	" "	واللہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	" "
وحی الہی	" "	ریاض الصالحین (اردو) دو جلدوں پر مکمل امتہ التہذیب	" "
مجلس صوفیہ	مولانا سید صباغ الدین رحمنؒ	افصح السیر	مولانا حکیم ابوالبرکات بلبل روفؒ ناہرویؒ
بزم رفتہ کی سچی کہانیاں	" "	اسلام کا زرعی نظام	مولانا محمد تقی الدین ابینیؒ
مسلمانوں کے عروج و زوال کے انبیاؑ	" "	مقالات سیرت	ڈاکٹر آصف قدوائیؒ
قرآن مجید اور دنیا سے حیات	مولانا شہاب الدین ندویؒ	عیون الاعرفان فی علوم القرآن	قاضی مظہر الدین بکراویؒ
(جدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق)	" "	سیرت الصدیقؓ	مولانا حبیب الرحمن خاں شیرانیؒ
اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں	" "	عورت	افتخار فریدیؒ
قرآن، سائنس اور مسلمان	" "	طوفان سے ساحل تک	محمد اسد سابق لیو پلڈسؒ
تخلیق آدمؑ اور نظریہ ارتقا	" "	علم جدید کا حیلچ	وحید الدین خاںؒ

ناشر: فضیلے جیسے نذر دے

مَجْلِسِ نَشْرِیَاتِ اِسْلَامِ ۱۔ کے۔ ۳۔ ناظم آبادیشن۔ ناظم آبادیہ کراچی ۱۸

Shah Noor Ph: 623176